محمد اجمل شاہد

تصنیف

محمد اجمل شاہد

سابق امیر و مشنری انچارج جماعت ہائے احمدیہ نائیجیریا (مغربی افریقہ)

نام کتاب : پولوس۔موجودہ عیسائیت کا بانی
مصنف : محمد اجمل شاہد
سابق امیر و مشنری انچارج جماعت ہائے احمدیہ نائیجیریا
سرورق آرٹ : ھبۃ النور گرافک ڈیزائنز۔فلاڈلفیا
سن اشاعت : یکم جنوری 2016ء
تعداد : 1000
شائع کردہ : ادارہ تحقیق الادیان۔امریکہ
پتہ :
6248 Stone Hill Ct.
Port Tobacco - M.D 20677
U.S.A

فہرست مضامین

پولوس-موجودہ عیسائیت کا بانی

کتاب ھذا کے متعلق بعض آراء

○ مکرم مولانا مختار احمد صاحب چیمہ استاذ جامعہ کینیڈا نے بذریعہ ای میل تحریر کیا:

"Your thesis is a wonderful piece of research."

''آپ کا یہ مضمون زبردست تحقیقی مواد کا مرقع ہے۔''

○ مکرم ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب آف آسٹریلیا لکھتے ہیں:

''راقم کے نزدیک آپ نے تاریخی حقائق کو ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ مدلّل طریق پر پیش کیا ہے۔اس کی بدولت یہ کتاب موجودہ عیسائیت کے بانی مبانی ساؤل یعنی پولوس (المعروف سینٹ پال) کی شخصیت اور ذہنیت کو بے نقاب کرتے ہوئے اس پر بطور محاکمہ white paper یعنی قرطاس ابیض کا مقام رکھتی ہے۔اسے پڑھ کر حق کے متلاشی قاری کیلئے یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں رہتا کہ کون خدا کی طرف سے تھا اور کون نہیں۔

پولوس ثانی یعنی جوزف سمتھ کا تذکرہ اور اس کے پھیلائے دجل کا معقول تقابلی تجزیہ بھی اس کتاب میں نہایت موزوں طور پر شامل کیا گیا ہے،جس نے اس لحاظ سے اسے اردو میں اس مضمون پر لکھی جانے والی اوّلین کتاب کا درجہ دے دیا ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ (آمین)''

○ مکرم مولانا بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد فضل لندن لکھتے ہیں:

''خاکسار کو آپ کی کتاب پولوس کے پڑھنے کا موقع ملا۔ماشاء اللہ آپ نے پولوس کی زندگی کے تمام پہلو بخوبی بے نقاب کئے ہیں۔خاص طور پر کہ کس طرح اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو بری طرح بگاڑ ڈالا۔درحقیقت پولوس نے عیسائیت کے تمام اصل عقائد کو بدل کر اسے ایک نیا مذہب بنا دیا جسے اب عیسوی

مذہب کے بجائے پولوسی مذہب کہنا چاہئے۔اس شخص نے تثلیث کا نظریہ پیش کیا اور موسوی شریعت کو مسترد کر دیا۔ پولوس حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری نہ تھا اور نہ اس کی حضرت مسیح علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، سوائے اس کے مزعومہ کشف کے۔ وہ مذھباً یہودی اور رومی شہری تھا۔اس نے حضرت مسیح کی تعلیمات کو غیر اسرائیلیوں کے مطابق ڈھال کر پیش کیا۔

آپ نے یہ کتاب تحریر کر کے ایک بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ خاص طور پر یہ جماعت احمدیہ کی نوجوان نسل کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ نیز ان تمام طلباء کیلئے جو موازنہ مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔''

○ مکرم کرنل (ر) دلدار احمد صاحب سیکرٹری بیت الاسلام مشن ہاؤس-کینیڈا مشن تحریر فرماتے ہیں:

08 فروری 2014ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''پولوس-موجودہ عیسائیت کا بانی'' کا مسودہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

واقعات اس قدر دلچسپی اور وضاحت کے ساتھ درج ہیں کہ ایک دفعہ پڑھنا شروع کرنے پر وقفہ ڈالنا بہت مشکل نظر آیا۔اس لئے شب کو دیر تک پڑھنے کے نتیجہ میں دو sittings میں ختم کی۔منظر کشی ایسے کی گئی ہے کہ تمام مناظر آنکھوں کے سامنے رواں دواں نظر آتے ہیں اور ہر دم خیال رہتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مکرم محمد اجمل شاہد صاحب کو اجرِ عظیم سے نوازے اور اس کتاب کے نتیجے میں عظیم الشان نتائج مرتب ہوں۔آمین۔

والسلام خاکسار

دلدار احمد

سیکرٹری بیت الاسلام مشن ہاؤس، ٹورنٹو

عرض حال

آج سے تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ قبل جب خاکسار پشاور میں بطور مربی سلسلہ متعین تھا، وہاں پر ہم نے مختلف چرچوں کے پادریوں سے رابطہ کی مہم شروع کی اور بعض مسائل کے متعلق باہمی تبادلۂ خیالات کیلئے مسجد احمدیہ سول کوارٹرز میں میٹنگز کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ نہایت مفید اور پُرامن سلسلہ تھا۔ انہی ایام میں خاکسار نے ایک مضمون پولوس کے متعلق تحریر کیا تھا جو ماہنامہ 'الفرقان' میں شائع ہوا اور بعد میں نظارت اشاعت نے اس مضمون کی افادیت کے پیش نظر اسے ایک پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا۔

حال ہی میں اس موضوع پر مزید تحقیق کا موقع یوں میسر آیا کہ خاکسار نے امریکہ کی مارمن تحریک کا مطالعہ شروع کیا۔ دوران مطالعہ خاکسار نے یہ محسوس کیا کہ مارمن تحریک کے بانی جوزف سمتھ اور پولوس میں بہت سے امور میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ اگر بنظر غائر ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جوزف سمتھ نے پولوس کے طرز عمل کو ایک دفعہ پھر اس زمانہ میں اپنایا ہے، بلکہ قدرے مختلف رنگ میں دوہرایا ہے۔ جیسے پولوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کو جو صرف اسرائیلی قوم کیلئے تھا، اسے ایک کشف کا سہارا لے کر خاص طور پر لوقا کے تعاون سے غیر اسرائیلی قوم کیلئے کھول دیا۔ اسی طرح جوزف سمتھ نے پولوسی عیسائیت کو بعینہٖ ایک مکاشفہ کی بناء پر اپنے بعض ساتھیوں کے تعاون سے امریکی قوم کیلئے ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر عیسائی دنیا کے ان دو کرداروں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں بڑی گہری مشابہت اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ ایک محقق یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
مَن انداز قدت را می شناسم

بظاہر ان دونوں تحریکات نے مختلف ادوار اور ممالک میں جنم لیا مگر ان کے بانیوں میں اپنے آغاز اور انجام میں ایک گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ خاص طور پر اگر پولوس اور جوزف سمتھ کے مزعومہ مکاشفات کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مکاشفات کا سہارا لیا۔ اس طرح انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سیدھے اور سادہ مشن کو ایک معمہ بنا دیا۔ اصل امر یہ ہے کہ پولوس نے عیسائیت میں جن ترمیمات کا سلسلہ شروع کیا تھا، وہ بعد میں مختلف زمانوں اور علاقوں میں نت نیا رنگ اختیار کرتی چلی گئیں۔

اُمید ہے اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کو ان دونوں تحریکات اور اصل عیسائیت کی حقیقت سمجھنے میں مدد مل سکے گی۔

اس کتاب کے ابتدائی مسودہ کو کمپوز کرنے میں مکرم فضل محمد خان صاحب آف کینیڈا اور عزیزہ حسنیٰ احمد صاحبہ بنت مکرم مبشر احمد صاحب آف لاہور نے بڑی محنت اور محبت سے کام کیا ہے۔ کتاب کی پروف ریڈنگ کیلئے مکرم طارق احمد مرزا صاحب آف آسٹریلیا اور مکرم ملک محمد صفی اللہ خان صاحب آف کینیڈا نے اس امر کی پوری کوشش کی ہے کہ یہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ کتاب کے سرورق کو دیدہ زیب اور پُرکشش بنانے کیلئے عزیزہ ھبۃ النور صاحبہ گرافک ڈیزائنر آف فلاڈلفیا نے قابل قدر کام کیا ہے۔ اسی طرح مکرم مولوی منیر احمد بسمل صاحب نے اس کتاب کیلئے مواد مہیا کرنے اور پھر اس کی اشاعت میں گہری دلچسپی لی۔ خاکسار ان معاونین کیلئے تہہ دل سے ممنون ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

والسلام

خاکسار

محمد اجمل شاہد

❁❁

پیش لفظ

آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا امام جو موعودِ اقوامِ عالم بھی تھا، جس کا ایک اہم کام ہادیٔ برحق سیدنا آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ وہ حکماً عدلاً ہوگا یعنی وہ نہ صرف مذہب اسلام میں مختلف فرقوں کے افراط وتفریط پر مبنی عقائد و اعمال کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کئے گئے علم اور فراست سے انصاف پر مبنی فیصلے فرمائے گا بلکہ مذاہب عالم کے متعلق بھی صحیح تجزیہ پیش کرے گا۔ کیونکہ یہ کام کسی عام عالم یا دانشور سے ہرگز ممکن نہیں بلکہ ایسے عالمگیر انقلابی کام کو وہی ہستی سرانجام دے سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ روحانی برکات یعنی وحی اور الہام کا مورد ہو اور انوارِ الٰہی کا مہبط ہو۔ گویا ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کے بیان کردہ ارشاد ینظر بنور اللہ (یعنی وہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی روشنی میں دیکھتا ہے) کا مصداق ہو۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت مسیح اول کی طرح چودھویں صدی کے آغاز میں ہوئی۔ آپ نے جہاں بطور حکم وعدل مسلمانوں کے تمام فرقوں کے انتہائی متضاد نظریات اور اعمال کے متعلق صحیح اسلامی تعلیم کی وضاحت فرمائی وہاں مذاہب عالم کے متعلق بھی ان کی جملہ غلطیوں اور بے راہ رویوں کی نشاندہی فرمائی اور ان کو اپنے اصل منبع کی طرف لوٹنے کی تلقین فرمائی۔ اگر غور کیا جائے تو موجودہ دور میں دنیا بڑی تیزی سے گلوبل ولیج یعنی ایک دوسرے سے قریب تر ہو رہی ہے اور فاصلے دن بدن سمٹ رہے ہیں اور افق پر امت واحدہ بننے کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ ایسے دور میں تمام مذاہب عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا عظیم کام وہی ہستی کر سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نور اور روحانی روشنی سے خود منور ہو۔ صرف ایسا وجود ہی دوسروں کو روشنی مہیا کر سکتا ہے۔

مذاہب عالم میں سے عیسائیت ایک ایسا مذہب ہے جس کا آخری زمانہ میں عروج مقدر تھا اور اس نے اسلام کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج بننا تھا۔ اسی لئے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ

نے آخری زمانہ میں مسیح محمدی کے ظہور کی خبر دی تھی جس کا ایک اہم کام کسر صلیب تھا۔ گویا مسیح اوّل کی قوم کی اصلاح مسیح ثانی کرے گا جو سیدنا حضرت محمد ﷺ کا خادم اور غلام ہوگا۔ واقعی خدا تعالیٰ کے کام بڑے پُر حکمت اور عجیب ہیں۔

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اس زمانہ میں دعویٰ کیا کہ آپ وہی مسیح موعود ہیں جن کی بشارت آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنا مفوضہ فرض کسر صلیب کا کام عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں سرانجام دیا۔ ان دلائل اور براہین کی ایک لمبی فہرست ہے اور ان میں سے ہر دلیل انتہائی مؤثر ہے۔ حضور علیہ السلام کے اس طویل کام میں سے صرف ایک دلیل اس کتاب کا موضوع ہے۔ آپؑ نے عیسائیت کے ابطال کے لئے ایک بنیادی امر کی طرف توجہ دلائی کہ موجودہ عیسائیت بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے پولوس کے نظریات کی عکاسی کرتی ہے۔ گویا موجودہ عیسائیت مسیحی نہیں بلکہ پولوسی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ مسیحی میں فرماتے ہیں:

”پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مذہب جو اس عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے دراصل پولوسی مذہب ہے نہ کہ مسیحی۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے وحدہٗ لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد ان کی وفات کے ان کا بھائی یعقوب بھی، جو ان کا جانشین تھا اور ایک بزرگ انسان تھا، توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ اور پولوس نے خواہ مخواہ اس بزرگ سے مخالفت شروع کر دی اور اس کے عقائد صحیحہ کی مخالف تعلیم دینا شروع کیا اور انجام کار پولوس اپنے خیالات میں یہاں تک بڑھا کہ ایک نیا مذہب قائم کیا اور تورات کی پیروی سے اپنی جماعت کو بکلی علیحدہ کر دیا۔“

(چشمہ مسیحی ۵۶۔۵۵)

اسی طرح آپ مزید فرماتے ہیں::

''غرض اس مذہب میں تمام خرابیاں پولوس سے پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو وہ بےنفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی ان کو نیک انسان کہے مگر پولوس نے ان کو خدا بنا دیا۔''

(چشمہ مسیحی صفحہ ۵۷)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''چشمہ مسیحی'' میں عیسائی عقائد کی تردید کے لئے ایک بڑی بنیادی اور کلیدی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ جب اس پہلو سے عیسائیت اور خاص طور پر پولوس کے نظریات کا جائزہ لیا جائے تو کئی اہم امور کا انکشاف ہوتا ہے جس کا کچھ اندازہ قارئین کو اس کتاب کے مطالعہ سے ہوگا۔

❁❁

○

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنی کتاب

"Christianity - A Journey From Facts to Fiction."

(عیسائیت کا سفر۔حقیقت سے افسانے تک) میں زیر عنوان The Role of Saint Paul تحریر فرماتے ہیں:

"What St. Paul changed was only the names of the pagan gods and replaced them with Jesus, God the father and the Holy Ghost. It was not him in fact who invented the myth of Trinity and introduced it to the pagan world in the name of Christanity, on the contrary, he borrowed the myth of the Trinity from the pagan mythology and bonded it to Pauline Christianity, therefore, did not succeed in changing the doctrine, myths and superstitions of the pagan world but only ended in changing Christianity in accordance with them."

(Page 136)

آزاد ترجمہ: ”سینٹ پال نے صرف یہ کیا کہ (قدیم رومن) فرضی خداؤں کے ناموں کو ہٹا کر ان کی جگہ یسوع، خداوند باپ اور روح القدس کے نام ڈال دیئے۔حقیقت تو یہ ہے کہ نظریہ تثلیث کی ایجاد اور پھر اسے عیسائیت کے نام پر توہم پرست دنیا میں متعارف کروانے کا ہی نہیں، بلکہ قدیم دیومالائی قصے کہانیوں سے یہ نظریہ اخذ کر کے عیسائیت میں اس کی پیوندکاری کا بھی سہرا سینٹ پال کے سر جاتا ہے۔اس وقت سے بدعقائد تو جوں کے توں ہی رہے صرف ان کے نام اور چہرے تبدیل کر دئے گئے۔

غرض نہ صرف یہ کہ پولوسی عیسائیت بدمذہب دنیا کے نظریات، مفروضات اور توہمات کو بدلنے سے قاصر رہی بلکہ اُلٹا عیسائیت کو ہی ان بدعقائد کے مطابق ڈھال کر تبدیل کر دینے کا ذریعہ بن گئی۔“

○

حضرت مسیح علیہ السلام کا اصل جانشین کون تھا؟

عیسائی اور مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد ارض فلسطین سے چلے گئے تھے۔ یہ الگ امر ہے کہ وہ کہاں گئے۔ عیسائیوں کے نزدیک وہ آسمان پر چڑھ گئے۔ عام مسلمان بھی عیسائیوں کے ہمنوا ہیں لیکن مسلمانوں میں سے جماعت احمدیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی ان گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکل گئے تھے جن کی طرف جانے کا انہوں نے کئی بار اظہار کیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ امر مسلم ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فلسطین میں اپنی دعوت کا کام شروع کیا تھا اس وقت وہاں بنی اسرائیل کے صرف دو قبائل موجود تھے۔ باقی دس قبائل نبوکدنضر کے حملہ کے وقت فلسطین سے قریبی ممالک کی طرف ہجرت کر گئے اور پھر وہیں آباد ہو گئے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ اس لئے ان قبائل تک خدائی پیغام پہنچانا بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کا ایک اہم حصہ تھا بلکہ اس کے بغیر ان کا مشن پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جب سماوی یا ارضی ہجرت اختیار کی تو کیا انہوں نے اپنے بعد حواریوں یا ''بھیڑوں'' کی تربیت اور رکھوالی کے لئے کسی کو مقرر کیا تھا یا بغیر کسی انتظام کے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ عقل اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بغیر کسی انتظام کرنے کے ارض فلسطین کو چھوڑ کر چلے گئے ہوں۔

تمام مامورین من اللہ کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انہوں نے ہمیشہ وقتی یا دائمی جدائی کے موقع سے پہلے مومنین کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنا کوئی نائب یا خلیفہ مقرر کیا تا کہ وہ کام جسے انہوں نے شروع کیا تھا وہ ان کے بعد بھی جاری و ساری رہے۔ چنانچہ اناجیل سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح

علیہ السلام نے بھی اپنے جانے سے پہلے پطرس کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

گلیل جانے کی ہدایت

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے خلاف یہودیوں کی سازش کا علم تھا۔لیکن آپ کو یہ بھی علم دیا گیا تھا کہ یہودی اس میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے اور اس ''موت'' سے آپ زندہ نکل آئیں گے اس لئے آپ نے قبل از وقت اپنے حواریوں کو اس کے لئے تیار کیا تھا کہ وہ یہاں سے گلیل چلے جائیں اور وہ اس حادثہ کے بعد ان سے وہاں ملاقات کریں گے چنانچہ متی حواری نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو بتایا:

''میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤں گا''

(متی باب ۲۶ آیت ۳۲)

نیز یہ بھی تاکید کی کہ وہ سب حواریوں کو اس کے متعلق اطلاع کر دیں:

''جاؤ میرے بھائیوں کو خبر کردو کہ گلیل کو چلے جائیں وہاں مجھے دیکھیں گے''

(متی باب ۲۸ آیت ۱۰)

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں ان کے حواری گلیل چلے گئے اور وہاں حضرت مسیح علیہ السلام ان سے جا کر ملے۔لکھا ہے:

''اور گیارہ شاگرد گلیل کے اس پہاڑ پر گئے جو یسوع نے ان کے لئے مقرر کیا تھا''

(متی باب ۲۸ آیت ۱۶)

اناجیل اربعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے تین دن بعد اپنی قبر کو چھوڑنے اور چھپ کر گلیل جانے کا ذکر ملتا ہے وہاں آپ ایک بند کمرہ میں اپنے حواریوں سے ملے اور ان کو یقین دلایا کہ وہ وہی گوشت پوست کے مسیح ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ایک موت کے بعد نئی زندگی عطا کی ہے۔اس موقع پر جب تھوما حواری نے کسی شک وشبہ کا اظہار کیا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اس کو اپنے زخموں میں اس کی انگلی ڈال کر یقین دلایا۔نیز ان کے ساتھ سمندر کے کنارہ پر مچھلیاں پکڑنے

میں مدد کی اور ان کے ساتھ مل کر روٹی اور مچھلی کھائی۔اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے مرنے کے بعد ایک نئی زندگی یا روحانی زندگی پائی تھی تو پھر یہودیوں سے چھپ کر اور خفیہ طور پر یروشلم سے گلیل جانے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز حواریوں سے بند کمرہ میں ملنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ تو موقع تھا کہ وہ کھل کر علی الاعلان یہودیوں کو بتاتے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ غلط تھا اور انہوں نے ایک سچے مسیح کے ساتھ ایسا سلوک کر کے خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دی ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام اپنی نئی زندگی پانے کے بعد چھپ کر گلیل گئے اور وہاں حواریوں سے بند کمرہ میں ملے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔کیا یہ ''روحانی وجود'' کے تقاضے ہیں؟

گلیل کے اجتماع کی اہمیت

واقعہ صلیب کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم میں تھے لیکن انہوں نے حواریوں کو ہدایت کی کہ وہ گلیل میں جمع ہوں اور وہ ان سے وہاں ملاقات کریں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجائے یروشلم کے کیوں گلیل کے علاقہ میں اپنے حواریوں سے ملنا چاہتے تھے۔انہوں نے کیوں دورافتادہ جگہ کا انتخاب کیا؟

گلیل، ارض فلسطین کا جھیل کے کنارے پر ایک اہم اور خوبصورت علاقہ تھا جو کہ یروشلم سے تقریباً ۶۵ میل دور تھا۔اس زمانہ میں تین دن کا سفر تھا۔حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کو ہدایت کی کہ وہ گلیل چلے جائیں، وہ خود ان سے وہاں ملاقات کریں گے۔اناجیل میں بیان کردہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم میں یہودیوں کی سازشوں اور شدید مخالفت سے بخوبی واقف تھے اس لئے آپ نے کمال حکمت سے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں وہ بآسانی اپنے حواریوں سے مل کر ان کو ضروری ہدایات دے سکیں اور یہودیوں کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ پھر مزید احتیاط کے لئے آپ نے یہ اجتماع ایک بند کمرہ میں رات کے وقت کیا۔

ارض فلسطین مسیحی عہد میں
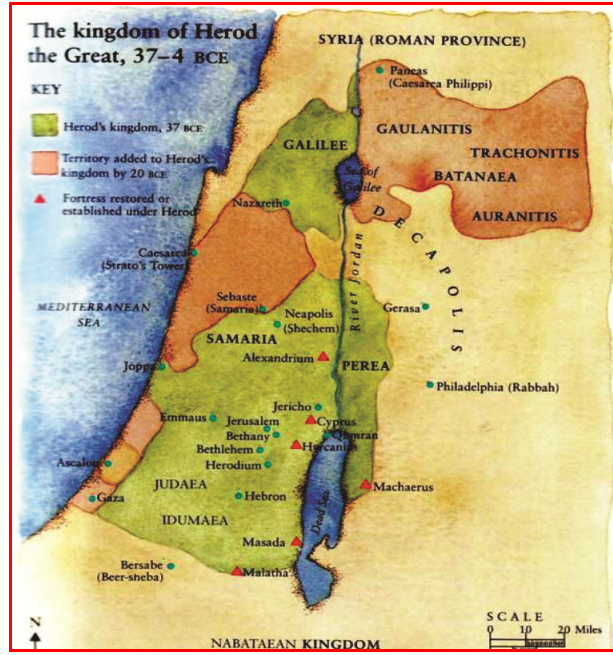
حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ارض فلسطین تین صوبوں میں منقسم تھی ؛یعنی جوڈیا، سمارا اور گلیل ۔ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم سے تقریباً 70 میل کا فاصلہ طے کر کے گلیل گئے تا کہ وہاں پر اپنے حواریوں سے آخری ملاقات کر سکیں اور ان کے لئے خلیفہ کا تقرر کریں۔ پھر گلیل سے ملحقہ علاقہ شام کے راستہ ان علاقوں کی طرف جائیں جہاں یہودیوں کے باقی دس قبائل ہجرت کر گئے تھے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ارض فلسطین تین صوبوں میں منقسم تھی:

1.-جوڈیا .2-سمارا .3-گلیل

جوڈیا کے صوبہ میں یہودیوں کے بارہ قبائل میں سے صرف دو قبیلے تھے اور اس صوبہ کا گورنر پیلاطوس تھا۔ باقی دس قبائل بخت نصر کی فلسطین کی تباہی کے زمانہ میں ایران ، افغانستان اور ہندوستان چلے گئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت جوڈیا کے ایک قصبہ بیت لحم میں ہوئی تھی۔ یہی وہ علاقہ تھا جہاں دو اسرائیلی قبائل کی کثرت تھی۔ باقی دونوں صوبوں گلیل اور سمارا میں یہودی کم تھے اور بدمذاہب کے لوگ زیادہ تھے۔

حضرت مریمؑ کے ہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش چونکہ بن باپ کے ہوئی تھی اس لئے ان کو یہودیوں کے طعن وتشنیع اور تکلیف دہ الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔ غالباً اس وجہ سے حضرت مریم بیت لحم کو چھوڑ کر گلیل کے علاقہ کی ایک گمنام بستی ناصرہ میں چلی گئیں۔حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس جگہ گزارا اس لئے آپ کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کہا جاتا ہے۔اسی جگہ آپ نے نبوت کا پیغام دینا شروع کیا اور آپ کے بارہ حواریوں کا تعلق بھی اسی جگہ سے تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام مقام نبوت پر فائز ہونے کے بعد اپنی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے جب جوڈیا کے علاقہ میں پہنچے اور خاص طور پر یروشلم میں گئے تو وہاں آپؑ کو یہودیوں کی طرف سے شدید مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس کا آخری نتیجہ واقعہ صلیب پر منتج ہوا۔لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر بچایا۔اس کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ فلسطین کو چھوڑ کر ان علاقوں کی طرف جائیں جہاں یہودیوں کے باقی قبائل رہائش پذیر تھے۔لیکن فلسطین چھوڑنے سے قبل آپؑ اپنے حواریوں کو ضروری ہدایات دینا چاہتے تھے اور ان کیلئے لیڈر یا خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے۔اس کیلئے آپؑ نے گلیل کے علاقہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ آپ اس علاقہ سے بخوبی واقف تھے۔اور پھر

وہاں یہودیوں کے شر سے بچ سکتے تھے۔ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ گلیل کی یہ جگہ فلسطین کا وہ مقام تھا جہاں سے وہ با آسانی براستہ شام اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو سکتے تھے۔

خلیفہ کا تقرر

فلسطین کے علاقہ میں گلیل کے مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے حواریوں سے یہ آخری اجتماع تھا۔ اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بقول عیسائیوں کے آسمان کی طرف چلے گئے یا ہمارے نقطہ نظر سے وہ ان ''گمشدہ بھیڑوں'' کی تلاش میں نکل گئے جو مختلف علاقوں میں آباد تھیں۔اپنے جانے سے قبل حضرت مسیح علیہ السلام نے لازمی طور پر اپنے حواریوں کو ضروری ہدایات دینا تھیں نیز کسی ایسے لیڈر یا نائب کو مقرر کرنا تھا جو ان کی غیر موجودگی میں ان کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے۔ ویسے بھی عقل اس بات کو باور نہیں کرتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں کو بغیر کسی ''چرواہے'' یا لیڈر کے چھوڑ کر چلے جاتے۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بعد اس اہم کام کے لئے شمعون کو منتخب کیا جس کا نام عام طور پر پطرس مشہور ہے۔ پطرس کے معنی آرامی زبان میں پتھر کے ہیں اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے شمعون کو ''کلیسیا کا پتھر'' کہا تھا اس لئے اس کا یہی نام زیادہ معروف ہے۔ گلیل کے اس اجتماع میں کھانا کھا چکنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد پطرس کو اپنا نائب مقرر کیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

''جب کھانا کھا چکے تو یسوع نے شمعون پطرس سے کہا اے شمعون کے بیٹے کیا تو ان سے زیادہ مجھ سے محبت رکھتا ہے؟ اس نے اس سے کہا: ہاں خداوند تو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں۔ اس نے اس سے کہا:

''تو میرے برّے چرا''

اس نے دوبارہ اس سے پھر کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھ سے محبت رکھتا

ہے؟ اس نے کہا: ہاں خداوند تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں۔ اس نے اس سے کہا:

"تو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر"

اس نے تیسری بار اس سے کہا: اے شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے؟ چونکہ اس نے تیسری بار اس سے کہا کہ کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے۔ اس سبب سے پطرس نے دلگیر ہو کر اس سے کہا: اے خداوند تو سب کچھ جانتا ہے تجھے معلوم ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں۔ یسوع نے اس سے کہا:

"تو میری بھیڑیں چَرا"

(یوحنا باب ۲۱ آیت ۱۵ تا ۱۷)

یوحنا کے اس حوالہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب بخوبی معلوم ہو گیا کہ اب ان کے لئے فلسطین میں کام کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔ لیکن جانے سے قبل لازمی طور پر ان بھیڑوں کی اپنی غیر موجودگی میں تربیت کے لئے انتظام کرنا ضروری تھا جنہوں نے آپ کو قبول کیا تھا۔ اس لئے گلیل کے اجتماع میں ان بھیڑوں کی گلہ بانی کا کام آپ نے پطرس کے سپرد کیا۔ اس کے متعلق آپ نے صرف پطرس کے ایک دفعہ کے اقرار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے تین دفعہ واضح الفاظ میں بار بار تمام حاضرین کی موجودگی میں اقرار لیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے پطرس کے انتخاب کی ایک بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا اور پھر ثابت قدم رہا۔ لکھا ہے:

"اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی قریب آ گئی ہے اور اس نے گلیل کی جھیل کے کنارے پھرتے ہوئے دو بھائیوں یعنی شمعون کو جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کے بھائی اندریاس کو جھیل میں جال

ڈالتے دیکھا کیونکہ وہ ماہی گیر تھے اور ان سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ تو میں تم کو آدم گیر بناؤں گا۔ وہ فوراً جال چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔''

(متی باب ۴ آیت ۱۹)

گویا پطرس حضرت مسیح علیہ السلام کی تبلیغ کا پہلا پھل تھا۔ اگر اسے اسلامی اصطلاح میں بیان کیا جائے تو وہ گویا صدیق تھا۔ کیونکہ وہ بغیر حیل و حجت کے سب سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔ عام طور پر ایسا ہی شخص جو صدیقیت کے مقام پر فائز ہو وہ نبی کا پہلا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس امر کی مزید تصدیق انجیل نویس لوقا کے بیان کردہ ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام حواریوں کو بتا دیا کہ شمعون یعنی پطرس ان کا سردار ہے اور اس کے لئے دعا کی کہ وہ بحیثیت ان کا سردار ہونے کے ان کی خدمت کرے اور ان کے ایمان کی مضبوطی کا باعث بنے۔ لکھا ہے:

''اور ان میں یہ تکرار بھی ہوئی کہ ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اس نے ان سے کہا کہ غیر قوموں کے بادشاہ ان پر حکومت چلاتے ہیں اور جو ان پر اختیار رکھتے ہیں خداوند نعمت کہلاتے ہیں۔ مگر تم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تم میں سے بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند بنے کیونکہ بڑا کون ہے۔ جیسے میرے باپ نے میرے لئے بادشاہی مقرر کی ہے میں بھی تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں۔ شمعون! شمعون دیکھ شیطان نے تم لوگوں کو مانگ لیا تا کہ گیہوں کی طرح پھٹکے لیکن میں نے تیرے لئے دعا کی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے اور جب تو رجوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبوط کرنا۔'' (لوقا باب ۲۲ آیت ۲۴ تا ۳۲)

یہاں حضرت مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر تمام حواریوں کو بتا دیا تھا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر فائز کیا اسی طرح وہ شمعون یعنی پطرس کو ان کے سردار کے طور پر مقرر کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان سب سے بڑا ہے اور اس کا کام ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت کرے۔ یہ گویا

وہی مضمون ہے جسے سیدنا حضرت محمد ﷺ نے سید القوم خادمھم میں بیان فرمایا ہے کہ قوم کا سردار درحقیقت قوم کا خادم ہوتا ہے۔

الغرض اناجیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سرزمین فلسطین کو چھوڑنے سے قبل شمعون پطرس کو اپنے بعد حواریوں کی تربیت اور دوسروں تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ ''رسولوں کے اعمال'' میں لوقا نے شروع کے آٹھ ابواب میں پطرس کا ذکر کیا ہے۔ نیز یہ کہ اس کی کوشش سے کافی اسرائیلی حلقہ بگوش عیسائیت ہوئے۔ اعمال میں لکھا ہے:

''مگر کلام کے سننے والوں میں سے بہتیرے ایمان لائے یہاں تک کہ مردوں کی تعداد ۵۰۰۰ کے قریب ہوگئی۔'' ('رسولوں کے اعمال' باب ۷ آیت ۴)

کلیسیاء کا پتھر

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مشن کی کامیابی کے متعلق پطرس کا ایک خاص مقام بیان کیا ہے۔ اور اسے ''کلیسیاء کا پتھر'' قرار دیا ہے اور اسے ''آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں'' دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لکھا ہے:

''اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں۔ بعض ایلیا بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی۔ اس نے ان سے کہا مگر تم مجھے کیا کہتے ہو۔ شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بریوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اس پتھر پر اپنا کلیسیاء بناؤں گا اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئیں گے۔ میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا آسمان میں کھلے گا۔''

آخر میں مسیح نے حواریوں کو حکم دیا:

''اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں۔''

(متی باب ۱۶ آیت ۲۰)

اس حوالہ سے جہاں تمام حواریوں کے مقابلہ میں پطرس کا مقام واضح ہوتا ہے۔ وہاں یہ نزاع بھی طے پا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اصل اور صحیح مقام صرف ان کا مسیح ہونا ہے لیکن یہاں یہ معمہ اپنی جگہ حل طلب ہے کہ کیوں آپ اپنے اس مقام کو پردہ اخفاء میں رکھنا چاہتے تھے۔

مندرجہ بالا حقائق سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد پطرس کو یروشلم میں اپنا نائب اور خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ عہد نامہ جدید کے پڑھنے سے یہ تاثر اُبھرتا ہے کہ شروع میں یروشلم کا مشن پطرس اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائی یعقوب کی سرکردگی میں بڑا فعال تھا اور اس علاقہ میں عیسائیت تیزی سے پھیل رہی تھی نیز لوگ اپنے تمام مسائل کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے حتیٰ کہ پولوس بھی اپنی ابتدائی ایام میں کئی بار یروشلم گیا اور ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اس کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اعمال کو پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بعد میں پولوس نے اپنے پروردہ لوقا کے ذریعے یہ کہنا شروع کر دیا کہ پطرس اور یعقوب بھی کسی حد تک ان کے ہمنوا ہیں اور پولوس نے غیر اسرائیلیوں میں اپنا مشن بدستور جاری رکھا۔ جب وہاں یہودی شریعت کے مسائل ختنہ اور کھانے پینے کی پابندیاں پولوس کی تبلیغ کے راستہ میں روک بنی شروع ہوئیں تو اس نے ان مسائل کے متعلق بجائے یروشلم سے منظوری لینے کے از خود یہودی شریعت اور اس کے احکام کی تنسیخ کے خطوط لکھنے شروع کر دئے۔ اس نے اس امر کی زحمت ہی گوارہ نہ کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مقرر کردہ خلیفہ تک یہ معاملات پہنچائے اور ان کے متعلق منظوری حاصل کرے۔

اس کی وجہ واضح ہے کہ اسے معلوم تھا کہ یروشلم کا مشن اس کے غیر اسرائیلیوں کے تبلیغ کے مخالف ہے اس لئے وہاں ان مسائل کے متعلق رائے طلب کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پولوس نے ان غیر

اسرائیلیوں کی آسانی کے لئے ازخود شریعت ہی کو لعنت قرار دے کر صرف ایمان کو کافی قرار دیا جو کہ انتہائی سنگین اور خطرناک قدم تھا۔ کیونکہ اس سے تمام سابقہ آسمانی شریعتوں کا ابطال لازم آتا ہے۔

اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے کہ پولوس نے اپنے ان اقدام سے حضرت مسیح علیہ السلام کی مقرر کردہ خلافت کے خلاف باغیانہ طریق اختیار کیا اور عیسائیوں نے بجائے اس کے خلاف احتجاج کرنے کے اس کے غلط موقف کی تائید کرنی شروع کردی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پطرس اور یعقوب نے شروع میں اپنے خطوط کے ذریعے اس کے خلاف تحریر کیا لیکن جوں جوں عیسائیت رومن ایمپائر میں پھیلتی چلی گئی پولوس کے خیالات کو مقبولیت حاصل ہوتی چلی گئی۔

عیسائیوں میں سے رومن کیتھولک چرچ پطرس کو اپنا پہلا پوپ تسلیم کرتا ہے گویا وہ اسے حضرت مسیح علیہ السلام کا پہلا خلیفہ مانتے ہیں لیکن اپنے عقائد اور اعمال میں وہ بھی پولوس کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں حالانکہ ان کو بھی یہ بخوبی علم ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم ان پولوسی خیالات کی تائید نہیں کرتی۔

❁

پولوس کے مزعومہ کشف کا واقعاتی تجزیہ

عیسائی پولوس کو خدا تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں اور اس کی تحریرات کو الہامی گردانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے خطوط کو یسوع مسیح کے خلیفہ پطرس اور اس کے بھائی یعقوب کے خطوط کے مقابلہ میں فوقیت دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چاروں اناجیل میں یسوع مسیح کے جو اقوال، احکام اور عقائد بیان کئے گئے ہیں ان کے مقابلہ میں عیسائی پولوس کے بیان کردہ احکام کو زیادہ وقعت دیتے ہیں اور موجودہ کلیسیاء کی بنیاد اسی پر استوار کی گئی ہے۔

اگر بنظر غائر مجموعی طور پر عیسائیت کا جائزہ لیا جائے تو پولوس کے ساتھ یہ ترجیحی سلوک اس کے ایک ''مکاشفہ'' کی بناء پر ہے۔ جسے لوقا نے اپنی کتاب ''اعمال'' میں تین جگہ پر بیان کیا ہے۔ خود پولوس نے اس کا ذکر صرف ایک خط میں کیا ہے۔ ان چاروں مقامات پر پولوس کے کشفی نظارہ کی جو تفاصیل بیان کی گئی ہیں ان میں کئی متضاد امور سامنے آتے ہیں۔ یہ جائزہ اس لئے بہت اہم اور ضروری ہے کہ پولوس کو یہ غیر معمولی مقام اسی مکاشفہ کی بنیاد پر دیا گیا ہے اور لوقا نے اس کی بار بار تشہیر کی ہے۔ لوقا کو اس میں اتنی دلچسپی کیوں تھی اسے ہم الگ طور پر بیان کریں گے۔ فی الحال ہم پولوس کے '' مزعومہ کشف'' کا تجزیہ ضروری سمجھتے ہیں تا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ یہ کشف کس حد تک ثقہ اور قابل یقین ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ عہد نامہ جدید میں پولوس کے اس کشف کا ذکر چار جگہ پر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ہم اس حصہ کو بیان کرتے ہیں جو خود پولوس نے اپنے خط بنام ''گلتیوں'' تحریر کیا ہے:

''اے بھائیو! میں تمہیں جتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی وہ انسان کی

سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا۔ چنانچہ یہودی طریق میں جو پہلے میرا چال چلن تھا۔ تم سن چکے ہو کہ میں خدا کی کلیسیاء کو از حد ستاتا اور تنگ کرتا تھا اور میں یہودی طریق میں اپنی قوم کے اکثر ہم عمروں سے بڑھتا جاتا تھا اور اپنے بزرگوں کی روایتوں میں نہایت سرگرم تھا۔ لیکن جس خدا نے مجھے میری ماں کے پیٹ ہی سے مخصوص کر دیا اور اپنے فضل سے بلا لیا۔ جب اس کی یہ مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ میں ظاہر کرے تاکہ میں غیر قوموں میں اس کی خوشخبری دوں تو نہ میں نے گوشت اور خون سے صلاح لی اور نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا۔''

(گلتیوں باب ۱ آیت ۱۱ تا ۱۷)

پولوس نے اپنے اس بیان میں مندرجہ ذیل امور کی نشان دہی کی ہے:

۱۔ وہ کٹر یہودی تھا اور عیسائیوں کا سخت مخالف تھا۔

۲۔ یسوع مسیح اس پر ظاہر ہوا اور اسے غیر اقوام میں عیسائیت کی تبلیغ کا فریضہ سپرد کیا۔

۳۔ اس نے عیسائیت کی تعلیم مسیح کے حواریوں اور رسولوں سے حاصل نہیں کی اور نہ ہی اس غرض کے لئے یروشلم گیا۔

۴۔ اس مکاشفہ کے بعد وہ ملک عرب چلا گیا اور بعد میں دمشق میں آیا۔

پولوس کے اس بیان کے بعد ہم لوقا کے ان بیانات کو درج کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب ''اعمال'' میں مختلف مقامات پر بیان کئے ہیں۔ سب سے پہلے اس نے کشف کا ذکر کرنے سے پہلے ان مظالم کا ذکر کیا ہے کہ جو یہودی عیسائیوں پر کر رہے تھے۔ اس ضمن میں لوقا نے ایک عیسائی ستفنس (Stephen) کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ کس طرح اسے ظالمانہ طور پر سنگسار کیا گیا ہے اور پولوس اس مجمع میں شامل تھا۔ یہودیوں کے ان مظالم کی وجہ سے عیسائی یروشلم سے بھاگ کر مختلف قریبی علاقوں میں پناہ گزین ہو گئے انہی میں سے کچھ لوگ دمشق چلے گئے۔ پولوس ان کو

واپس لانے اور قتل کرنے کے لئے سردار کاہن کی اجازت سے وہاں کے لئے روانہ ہوا۔ دمشق کے راستہ میں پولوس کو بقول اس کے ایک کشفی نظارہ دکھائی دیا جس کے نتیجہ میں وہ عیسائی ہو گیا۔ اس کی تفصیل لوقا نے یوں بیان کی ہے:

''اور ساؤل جو ابھی تک خداوند کے شاگردوں کو دھمکانے اور قتل کرانے کی دھن میں تھا۔ سردار کاہن کے پاس گیا اور اس سے دمشق کے عبادت خانوں کے لئے اس مضمون کے خط مانگے کہ جن کو وہ اس طریق پر پائے خواہ مرد خواہ عورت، ان کو باندھ کر یروشلم لائے۔ جب وہ سفر کرتے کرتے دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ یکا یک آسمان سے ایک نور اس کے گردا گرد آ چمکا اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ اس نے پوچھا: اے خداوند! تو کون ہے؟ اس نے کہا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ مگر اٹھ شہر میں جا اور جو تجھے کرنا چاہیے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔ جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔ اور ساؤل زمین پر سے اٹھا لیکن جب آنکھیں کھولیں تو اس کو کچھ نہ دکھائی دیا اور لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق لے گئے اور وہ تین دن تک نہ دیکھ سکا اور نہ اس نے کھایا اور پیا''

(اعمال باب ۹ آیت ۱ تا ۹)

قبول عیسائیت کے اس واقعہ کو لوقا نے دوسری جگہ اس وقت بیان کیا جب پولوس کو ایک مجمع نے اسے ہیکل میں ایک غیر قوم کے ایک شخص کو لے جانے اور اس طرح ہیکل کے تقدس کو پامال کرنے کی وجہ سے پکڑ لیا تھا کیونکہ اس وجہ سے تمام مجمع بہت غصے میں تھا۔ اس موقع پر پولوس نے ان کے سامنے اپنے اس قبول عیسائیت کے واقعہ کو عبرانی زبان میں بیان کیا:

''میں یہودی ہوں اور کلکیا کے شہر ترسس میں پیدا ہوا مگر میری تربیت اس شہر میں گیملی ایل کے قدموں میں ہوئی اور میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی

تعلیم پائی اور خدا کی راہ میں ایسا سرگرم تھا جیسے تم سب آج کے دن ہو۔ چنانچہ میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قید خانہ میں ڈال ڈال کے مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔ چنانچہ سردار کاہن اور سب بزرگ میرے گواہ ہیں کہ ان سے میں بھائیوں کے نام خط لے کر دمشق کو روانہ ہوا تا کہ جتنے وہاں ہوں انہیں بھی باندھ کر یروشلم میں سزا دلانے کو لاؤں۔ جب میں سفر کرتا کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب یکا یک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرداگرد آ چمکا اور میں زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل، اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اے خداوند تو کون ہے؟ اس نے مجھ سے کہا کہ میں یسوع ناصری ہوں جسے تو ستاتا ہے اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سنی۔ میں نے کہا اے خداوند! میں کیا کروں؟ خداوند نے مجھ سے کہا کہ تو اٹھ کر دمشق میں جا جو کچھ تیرے کرنے کے لئے مقرر ہوا ہے وہاں تجھ سے سب کہا جائے گا۔ جب مجھے اس نور کے جلال کے سبب سے کچھ دکھائی نہ دیا تو میرے ساتھی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دمشق لے گئے اور حننیاہ نام کا ایک شخص، جو شریعت کے موافق دیندار اور وہاں کے سب رہنے والے یہودیوں کے نزدیک نیک نام تھا، میرے پاس آیا اور کھڑے ہو کر مجھ سے کہا بھائی ساؤل بینا ہو! اسی گھڑی بینا ہو کر میں نے اس کو دیکھا.....اب کیوں دیر کرتا ہے؟ اٹھ بپتسمہ لے اور اس کا نام لے کر اپنے گناہوں کو دھو ڈال۔ جب میں یروشلم میں آ کر ہیکل میں دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ میں بے خود ہو گیا اور اس کو دیکھا جو مجھ سے کہتا ہے جلدی کر اور فوراً یروشلم سے نکل جا کیونکہ وہ میرے حق میں تیری گواہی قبول نہ کریں گے.....اس نے مجھ سے کہا جا، میں تجھے غیر قوموں کے پاس دور دور بھیجوں گا۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۳ تا ۲۲)

اس حوالہ میں جو اہم امور بیان کئے گئے ہیں اور جو پہلے بیان سے مختلف ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پولوس سردار کاہن گیملی ایل کا شاگرد تھا اور اس کا خط لے کر دمشق جا رہا تھا تا کہ عیسائی مردوں اور عورتوں کو جو وہاں یہودیوں کے ظالمانہ سلوک سے بھاگ کر گئے تھے ان کو واپس لائے اور قرار واقعی سزا دے۔

۲۔ اس بیان میں بھی نور کے صرف اس کے گرداگرد چمکنے کا ذکر ہے۔

۳۔ اس نور کے متعلق لکھا ہے:

''میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سنی''

یہ بیان سابقہ بیان سے مختلف اور متضاد ہے کیونکہ اس میں لکھا تھا:

''جو آدمی اس کے ہمراہ تھے خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔''

(اعمال باب ۹ آیت ۷)

دونوں بیانوں میں واضح اختلاف ہے۔

۴۔ خداوند نے اسے دمشق جانے کے لئے حکم دیا کیونکہ لکھا ہے:

''جو کچھ تیرے کرنے کے لئے مقرر ہوا ہے وہ تجھ سے کہا جائے گا''

لیکن پولوس نے اپنے خط ''گلتیوں'' میں بالکل مختلف بات بیان کی ہے۔ لکھا ہے:

''نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا ''

اگر پولوس کو دمشق جانے کا حکم ہوا تھا تو وہ بجائے دمشق کے کیوں عرب چلا گیا؟ کہا جاتا ہے کہ وہ عرب میں تقریباً تین سال قیام پذیر رہا اور پھر دمشق آیا۔ ان دونوں بیانوں میں کوئی مطابقت نہیں۔

۵۔ پولوس نے یروشلم جانے اور وہاں سے خدائی حکم کے مطابق نکلنے کا ذکر کیا ہے۔ جب

کہ اس سے پہلے باب ۹ میں لوقا نے یہ بیان کیا ہے کہ پولوس کے ساتھیوں نے اس کی زندگی کے متعلق خطرہ محسوس کیا۔ وہ اسے یروشلم سے نکال کر قیصریا لے گئے۔ دونوں بیانات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تیسری جگہ لوقا نے پولوس کے قبول عیسائیت کے اس واقعہ کو اعمال میں باب ۲۶ میں درج کیا ہے جبکہ اگرپا بادشاہ کے سامنے اس نے مکاشفہ کا یوں ذکر کیا:

''اے بادشاہ! میں نے دوپہر کے وقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہمسفروں کے گرداگرد آچمکا۔ جب ہم سب زمین پر گر پڑے تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی کہ اے ساؤل، اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ پینے کی آر پر لات مارنا تیرے لئے مشکل ہے۔ میں نے کہا اے خداوند! تو کون ہے؟ خداوند نے فرمایا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ لیکن اٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کیونکہ میں اسے لئے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا بھی خادم اور گواہ مقرر کروں جن کی گواہی کے لئے تو نے مجھے دیکھا ہے اور ان کا بھی جن کی گواہی کے لئے میں تجھ پر ظاہر ہوا کروں گا اور میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا جن کے پاس تجھے اس لئے بھیجتا ہوں کہ تو ان کی آنکھیں کھول دے تاکہ اندھیرے سے روشنی کی طرف اور شیطان کے اختیار سے خدا کی طرف رجوع لائیں اور مجھ پر ایمان لانے کے باعث گناہوں کی معافی اور مقدسوں میں شریک ہو کر میراث پائیں۔''

اعمال باب ۲۶ آیت ۱۳ تا ۱۸)

پولوس نے اس بیان میں کئی باتیں بیان نہیں کیں۔ جیسے اپنا اندھا ہونے وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن تین باتیں زائد یا مختلف بیان کی ہیں جن کا پہلے ذکر نہیں کیا گیا:

ا۔ پہلے تینوں بیانوں میں پولوس نے اپنے گرداگرد نور چمکنے کا ذکر کیا ہے لیکن یہاں پر اس نے یہ

بیان کیا ہے:

''نور آسمان سے میرے اور ہمسفروں کے گرداگرد آ چمکا،،

۲۔ پہلے بیانات میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ آئندہ بھی یسوع اس پر ظاہر ہوا کرے گا لیکن یہاں پر اس نے یہ کہا ہے:

''میں تجھ پر ظاہر ہوا کروں گا۔''

۳۔ تیسری زائد بات جو اس بیان میں اس نے ظاہر کی ہے جس کا پہلے ذکر نہیں کیا گیا کہ یسوع نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اپنوں اور غیروں سے بچاتا رہے گا۔ یعنی کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ لکھا ہے:

''میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا''

اس وعدہ کا پہلے کسی بیان میں ذکر نہیں۔

عیسائی چونکہ ان تمام بیانات کو الہامی مانتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ واضح تضاد اور اختلاف ممکن نہیں۔ ہاں اگر انسانی کلام ہو تو مختلف مواقع پر ایک واقعہ بیان کرنے میں معمولی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

پولوس کے اس مکاشفے کا ذکر عہد نامہ جدید میں جن چار مقامات پر آیا ہے اسے ہم نے مکمل طور پر بمع مختصر جائزہ کے تحریر کر دیا ہے۔ اب ہم ان بیانات میں سے بعض اہم نکات کا قدرے تفصیلی اور تنقیدی جائزہ لینا چاہتے ہیں جس سے یہ واضح ہو گا کہ پولوس کا یہ مکاشفہ محض خود ساختہ ہے اور مختلف متضاد امور کا پلندہ ہے۔

گیملی ایل کا خط

پہلا اہم اور ضروری امر جس کا ذکر پولوس نے ہر جگہ اس واقعہ کو بیان کرنے سے قبل کیا ہے کہ وہ دمشق یہود کی سرکوبی کے لئے سردار کاہن گیملی ایل کا خط لے کر روانہ ہوا تھا کیونکہ دمشق میں کئی عیسائی

یہودیوں کے ظلم وستم سے بھاگ کر اور اپنی جانیں بچا کر دمشق گئے تھے اور پولوس ان کو واپس لانے کے لئے گیا تھا۔ اس ''مبارک کام'' کو کرنے کے لئے پولوس کو نہ صرف سردار کاہن کی زبانی حمایت حاصل تھی بلکہ اسے تحریری خط بھی دیا جسے پڑھ کر ذہن میں یہ پختہ خیال ابھرتا ہے کہ سردار کاہن پولوس کا ہمنوا تھا اور وہ بھی چاہتا تھا کہ عیسائیوں کو واپس لا کر قرار واقعی سزا دی جائے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس بیان سے چند باب قبل گیملی ایل کے متعلق خود لوقا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے قتل وغارت کا مخالف تھا اور مذہبی تشدد کا قائل نہ تھا۔

چنانچہ سردار کاہن گیملی ایل ان یہودیوں کو جو عیسائیوں کو سنگسار اور قتل کرنا چاہتے تھے وہ ان کو بطور نصیحت یہ کہتا ہے:

''پس اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو اور ان سے کچھ کام نہ رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائے گا۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکو گے۔ انہوں نے اس کی بات مانی اور رسولوں کو پاس بلا کر ان کو پٹوایا اور یہ حکم دے کر چھوڑ دیا کہ یسوع کا نام لے کر بات نہ کرنا۔ پس وہ عدالت سے اس بات پر خوش ہو کر چلے گئے۔'' (اعمال باب ۵ آیت ۳۸و۳۹)

سردار گیملی ایل کے متعلق یہ بیان خود لوقا نے تحریر کیا ہے کہ وہ عیسائیوں پر ظلم کرنے کے خلاف تھا۔ درحقیقت گیملی ایل یہودیوں کے فرقہ فریسی سے تعلق رکھتا تھا جبکہ ان کے مقابل دوسرا فرقہ صدوقی کہلاتا تھا اور وہ زیادہ تر سیاسی خیالات رکھتے تھے۔ گیملی ایل کے متعلق سب مورخین نے واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ ایک صلح جو انسان تھا۔ چنانچہ کولمبیا یونیورسٹی وائی کنگ ڈِسک انسائیکلو پیڈیا نے گیملی ایل کے متعلق لکھا ہے:

"President of Sanhedrin Jerualm and teacher of Paul Grandson of Hillel, advocated leniency toward christians acts."

(5,34-22,3)

ترجمہ: گیملی ایل یروشلم میں یہودی کونسل کا سردار اور پولوس کا استاد تھا۔ وہ ہلل کا پوتا تھا۔ وہ عیسائیوں سے نرمی کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا تھا۔ جیسا کہ اعمال ۳۴، ۵ اور ۳، ۲۲ میں درج ہے۔ اسی طرح ریڈرز ڈائجسٹ کی طرف سے شائع کردہ کتاب "Who is Who in the Bible" میں گیملی ایل کے متعلق لکھا ہے:

"A man pronounced for his wisdom and tolerence"

ترجمہ: یعنی گیملی ایل ایک ایسا انسان تھا جو اپنی دانائی اور تمام سے رواداری کے لئے مشہور تھا۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ گیملی ایل ایک روادار اور صاحب فہم وفراست عالم تھا۔ ایسا شخص کیسے پولوس کو ایسا خط دے سکتا تھا کہ وہ ان عیسائیوں کو جو یروشلم کے مذہبی جنونیوں سے بچ کر دمشق بھاگ گئے تھے، ان کو پھر سزا کے لئے واپس لائے۔ جبکہ وہ اس سے قبل ایسے لوگوں کو یہ مشورہ دے چکا تھا کہ وہ ایسے لوگوں سے کچھ سروکار نہ رکھیں کیونکہ وہ اگر جھوٹے ہیں تو خود ختم ہو جائیں گے۔

(اعمال باب ۵ آیت ۳۳ تا ۴۰)

اب ایک طرف تو پولوس اپنے آپ کو بڑے فخر کے ساتھ گیملی ایل کا شاگرد بتاتا ہے اور دوسری طرف اپنے استاد کے طریق کے برعکس عیسائیوں پر ظلم ڈھانے کے لئے روانہ ہوتا ہے اور ایسے ظالمانہ فعل کی تحریری اجازت کے لئے اپنے اسی رحم دل استاد کا حوالہ دیتا ہے۔ اسی بناء پر اس تضاد کا ذکر کرتے ہوئے زیر لفظ گیملی ایل لکھا ہے:

"The only other mention of Gamalel in the Bible is in Paul testimony that has been a student of his, educated according to the strict manner of the law of our fathers (Acts 22,3) in contrast to his teacher,however, Paul did not at first grant tolerance to Christians."

(Who is Who in the Bible)

ترجمہ: گیملی ایل کا ذکر دوسری جگہ بائبل میں پولوس کی گواہی کے ذکر میں آتا ہے کہ جہاں وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ اس کا شاگرد تھا: ''میری تربیت اسی شہر میں گیملی ایل کے قدموں میں ہوئی اور میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی۔''

لیکن اپنے استاد کی تعلیم اور طریق کے بالکل برعکس پولوس عیسائیوں سے رواداری کا سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

واضح ہے کہ اوّل تو یہ ممکن نہیں کہ شاگرد اپنے استاد کے بالکل برعکس طریق اختیار کرے اور دوسری طرف وہی استاد اپنے معروف طریق سے ہٹ کر اپنے شاگرد کو مذہبی تشدد کے لئے پروانہ دے دے۔

عرب یا دمشق

ایک معمہ جو مفسرین اور ناقدین کے لئے پریشانی کا باعث ہے وہ پولوس کے دو متضاد بیانات ہیں۔ اپنے خط ''گلتیوں'' کے نام اس نے یہ لکھا:

''نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا۔''

(گلتیوں باب ۱ آیت ۱۷)

اس سے قبل لوقا نے اس مکاشفہ کے بعد پولوس کے دمشق جانے کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ پولوس اس نور کے سبب اندھا ہو گیا تھا اور اس وجہ سے اس کے ساتھی اسے پکڑ کر دمشق لے گئے۔ چنانچہ اعمال ۹ آیت ۹ میں لکھا ہے:

''لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق میں لے گئے،،

اور اسی طرح اعمال باب ۲۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے:

''مجھے اس نور کے جلال کے سبب کچھ دکھائی نہ دیا تو میرے ساتھی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دمشق لے گئے۔''

اگر پولوس کا یہ بیان درست ہے کہ وہ نابینا ہو گیا تھا اور اس کے ساتھی اس کو پکڑ کر دمشق لے گئے تو عرب جانے کا بیان بالکل غلط ہے اور اس طرح اس کے اندھا ہونے کی کہانی بھی درست نہیں ہو

سکتی۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مصنف نے اس کے متعلق لکھا ہے:

"Immediately after his conversion Paul spent a period of solitude in Arabia. He then took up his residence in Damascus. There presumably he established contact with the Christians he originally planned to harm and received from them information about Jesus and his teaching as well as experience of Christian fellowship. Damascus was the base for his first missionary work, but nothing is known of the effects of his mission in the region."

ترجمہ: قبول عیسائیت کے بعد پولوس نے کچھ عرصہ بالکل تنہائی میں ملک عرب میں گزارا۔ اس کے بعد اس نے دمشق جا کر رہائش اختیار کر لی۔ غالب خیال ہے کہ وہاں اس نے عیسائیوں سے رابطہ کیا جن کو وہ تکلیف دینے کے ارادہ سے نکلا تھا تا کہ ان سے یسوع مسیح اور ان کی تعلیمات کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرے نیز ان عیسائیوں سے دوستی کا کچھ تجربہ بھی کرے۔ دمشق اس کے تبلیغی کام کی پہلی جگہ تھی مگر تاریخ سے وہاں اس کے مشن کے آثار کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر پولوس کو یسوع مسیح کی طرف سے دمشق جانے کا حکم ہوا تھا تو وہ عرب کیسے چلا گیا۔ کیونکہ اعمال باب ۲۲ آیت ۱۰ میں صاف لکھا ہے کہ پولوس نے کہا:

''خداوند نے مجھ سے کہا کہ اٹھ کر دمشق میں جا۔''

اگر پولوس کا اپنا بیان درست ہے کہ وہ عرب گیا تو اس کا یہ دوسرا بیان دمشق جانے کے متعلق ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لوقا نے اپنی کتاب اعمال میں تین مواقع پر جہاں اس کشف کا ذکر کیا ہے ان میں خاص طور پر یہ بیان کیا ہے کہ:

۱۔ اس مکاشفہ کے بعد نور کے جلال کی وجہ سے پولوس کی نظر جاتی رہی۔

۲۔ اس وجہ سے وہ خود اٹھ کر چلنے کے قابل نہ تھا اس لئے اس کے ساتھی اسے پکڑ کر لے گئے۔

۳۔ پولوس کی بینائی دمشق میں ایک بزرگ حننیاہ کے ذریعہ واپس آئی۔

لوقا کے ان بیانات کے مقابلہ میں پولوس کا خود اپنا تحریری بیان جو اس نے اپنے خط گلتیوں میں تحریر کیا ہے کہ وہ اس مکاشفہ کے بعد عرب چلا گیا اور پھر وہاں سے واپس دمشق آیا۔ وہ اس میں اپنے اندھا ہونے اور معجزانہ طور پر نظر کے واپس آنے کا قطعی طور پر کوئی ذکر نہیں کرتا۔ پولوس کے اپنے بیان کی موجودگی میں لوقا کی بیان کردہ کہانی کا کوئی جواز نہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ باتیں صرف زیب داستان کے لئے اختیار کی ہیں۔

بڑھا بھی دیتے ہیں زیب داستان کے لئے

یہاں ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ اعمال باب ۲۲ آیت ۱۰ میں پولوس نے یہ بیان کیا:

''خداوند نے مجھ سے کہا اٹھ کر دمشق جا''

اگر خداوند کی طرف سے پولوس کو واضح الفاظ میں دمشق جانے کا حکم ہوا تھا تو پھر اس کے خلاف وہ عرب کیوں چلا گیا۔ یہ سارا معاملہ ایسا گورکھ دھندا ہے کہ آپ اگر ایک بات سچ تسلیم کرتے ہیں تو کئی پہلو اس کے خلاف دکھائی دیتے ہیں۔

نور کا آنکھوں پر اثر

مکاشفہ کے ان بیانات میں تین جگہ اس بات کا ذکر ہے کہ نور پولوس کے گرداگرد چمکا اور اس کی وجہ سے اس کی نظر جاتی رہی لیکن ایک جگہ پولوس نے اگرپا بادشاہ کے سامنے یہ بیان دیا:

''میں نے دوپہر کے وقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہمسفروں کے گرداگرد آ چمکا۔ جب ہم سب زمین پر گر پڑے تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی۔''

(اعمال باب ۲۶ آیت ۱۳)

یہ بیان سابقہ بیانات سے نہ صرف مختلف بلکہ متضاد ہے بلکہ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس نور کے جلال سے پولوس اور اس کے تمام ساتھی زمین پر گر پڑے لیکن اس نور کی وجہ سے صرف پولوس کی بینائی جاتی رہی اور باقی پر اثر نہ ہوا۔ کیا وجہ ہے کہ اس نور سے صرف پولوس متاثر ہوا اور باقی

سب اندھا ہونے سے بچ گئے کیونکہ نور کا اثر سب پر برابر ہونا چاہیئے تھا۔

نور میں سے نکلنے والی آواز

ایک باہمی تضاد نور میں سے نکلنے والی آواز کے متعلق ہے کیونکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ آواز سب نے سنی اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ دوسروں نے اس کی آواز نہ سنی۔ لوقا بیان کرتا ہے:

''جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔'' (اعمال باب ۹ آیت ۷)

دوسری جگہ اس کے برعکس یوں لکھا ہے:

''میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سنی۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۹)

دونوں بیانوں میں یہ تضاد بائبل کے مفسرین کو بھی واضح طور پر نظر آیا ہے اور اس کی ناکام تطبیق کی کوشش کی ہے چنانچہ وائے کلف بائبل کمنٹری کا مصنف مسٹر ہیریسن لکھتا ہے:

"Saul was accompnied by a caravan. The statement in this verse that men heared a voice but saw no one appears to contradict 22,9 and 26, 14 where it is said that they did not hear the voice.There are two possible solutions to the problem. The Greek construction in 9.7 is different from that in 22.9.The farmer statement may mean that they heared a sound and the later verse that they did not understand its content. A second possibility is that 9.7 refer to Saul's voice speaking to the light, the men heard Saul's voice but they did not hear the voice speaking from the light to Saul.(22.9)"

(Wycliffe Bible Commentry Acts- 9.7)

ترجمہ: ساؤل یعنی پولوس کے ساتھ سفر میں ایک کاررواں شامل تھا۔ اس آیت میں یہ بیان ہے: ''آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے''

اعمال کی آیات ۹۔ ۲۲ اور ۲۶۔ ۱۴ میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ یہاں یہ لکھا ہے

کہ انہوں نے آواز نہ سنی۔اس مسئلہ کے دوامکانی حل ہو سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یونانی الفاظ کی ترکیب جو ۹۔۷ میں ہے وہ ۲۲۔۹ سے مختلف ہے اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایک آواز سنی اور دوسرے بیان کا مطلب تھا کہ انہوں نے اس کا کچھ مطلب نہ سمجھا۔ دوسرا امکانی حل یہ ہے کہ ۹۔۷ سے مراد ساؤل کی آواز تھی جو وہ روشنی کو دیکھ کر بول رہا تھا۔لوگوں نے ساؤل کی آواز سنی لیکن انہوں نے وہ آواز نہ سنی جونور سے ساؤل کے لئے بول رہی تھی''

ہیریسن نے جوان کی مطابقت کی کوشش کی ہے وہ انسانی ذہن کو مطمئن نہیں کرسکتی کیونکہ بیانات کے الفاظ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔آکسفورڈ کی شائع کردہ بائبل میں بھی ان آیات کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"Compare 22.9 26.14 a contradiction has been imagined."

یعنی اعمال باب22 آیت9اور باب26 آیت 14 میں ایک تضاد محسوس ہوتا ہے۔

پولوس کا یروشلم سے نکلنا

مکاشفہ کے ان بیانات میں کئی باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جن کے متعلق مورخین اور مفسرین کو بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح بات واضح نہیں ہوتی۔کہیں اس مکاشفہ کے بعد دمشق جانے کا ذکر ہے اور کہیں عرب۔ پھر کہیں یروشلم جانے سے انکار ہے اور کہیں یروشلم سے نکلنے کی کہانی ہے۔جس جگہ یروشلم جانے اور وہاں سے نکلنے کا ذکر ہے تو اس کے متعلق بھی دومتضاد بیان ہیں۔ پہلے بیان میں لوقا نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب دمشق میں یہودی اسے مارنا چاہتے تھے تو وہ یروشلم چلا گیا اور جب وہاں اس کی جان کو خطرہ ہوا تو پولوس کے ساتھی اسے نکال کر قیصریا لے گئے۔لکھا ہے:

''اس نے یروشلم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔مگر برنباس نے اسے اپنے رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو

دیکھا اور اس نے اس سے باتیں کیں اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام کی منادی کی۔ پس وہ یروشلم میں ان کے پاس آتا جاتا رہا اور دلیری کے ساتھ خداوند کے نام کی منادی کرتا تھا اور یونانی مائل یہودیوں کے ساتھ گفتگو اور بحث بھی کرتا تھا مگر وہ اسے مار ڈالنے کے درپے تھے اور بھائیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو اسے قیصریا میں لے گئے اور ترسس روانہ کر دیا۔''

(اعمال باب۹ آیت ۲۶تا۳۰)

مگر اس کے برعکس لوقا نے دوسری جگہ اس واقعہ کو تحریر کیا ہے تو پولوس کے یروشلم سے نکلنے کے متعلق بالکل ایک نئی کہانی بیان کی ہے۔ لکھا ہے:

''جب میں پھر یروشلم میں آکر ہیکل میں دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ میں بےخود ہو گیا اور اس کو دیکھا جو مجھ سے کہتا ہے جلدی کر اور فوراً یروشلم سے نکل جا کیونکہ وہ میرے حق میں تیری گواہی قبول نہ کریں گے......،اس نے مجھ سے کہا جا میں تجھے غیر قوموں کے پاس دور دور بھیجوں گا۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۱۸تا۲۱)

یہاں پولوس نے اپنی ''بےخودی'' کا ذکر کیا ہے اور کشفی حالت کا نام نہیں لیا۔ جو کوئی بھی حالت تھی بقول اس کے اسے یہ پیغام ملا کہ وہ یروشلم کو چھوڑ دے۔

بہر حال مذکورہ بالا یہ دونوں بیان ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ کس کو صحیح مانا جائے اور کس کو غلط۔ چونکہ اس زمانہ کی کوئی تاریخ بھی محفوظ نہیں اور اعمال کے بیان بھی مختلف ہیں اس لئے ان کی تطبیق کے لئے مختلف لوگوں نے مختلف اندازے لگائے ہیں۔

پولوس سے خدائی حفاظت کے وعدہ کی حقیقت

پولوس نے اپنے مکاشفہ کے متعلق اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اسے خداوند یسوع مسیح نے غیر اقوام کا رسول مقرر کیا ہے۔ایک موقع پر اگر پا بادشاہ کے سامنے اس نے ایک زائد بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ خداوند کی طرف سے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ پولوس بیان کرتا ہے کہ:

''خداوند نے فرمایا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔لیکن اٹھ، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ کیونکہ میں اس لئے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا بھی خادم اور گواہ مقرر کروں جن کی گواہی کے لئے تو نے مجھے دیکھا ہے اور ان کا بھی جن کی گواہی کے لئے میں تجھ پر ظاہر ہوا کروں گا اور میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا جن کے پاس تجھے اس لئے بھیجتا ہوں کہ تو ان کی آنکھیں کھول دے۔''

(اعمال باب ۲۶ آیت ۱۵ تا ۱۸)

یہاں پر پولوس واضح طور پر یہ بیان کرتا ہے کہ خداوند اسے اپنے لوگوں اور غیر لوگوں سے بھی بچاتا رہے گا اور وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے لیکن پولوس کا انجام کیا ہوا۔ وہ اس وعدہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اسے قید کر کے روم لے جایا گیا اور وہاں نیرو بادشاہ کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ گویا اس کی موت طبعی نہ تھی۔ بلکہ اس کی موت اس کے دشمنوں کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اگر واقعی پولوس کی حفاظت کا وعدہ خدا یا یسوع مسیح کی طرف سے تھا، جیسا کہ اس نے بیان کیا تھا تو پھر اس کی غیر طبعی موت تو نہ ہونی چاہئے تھی۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ ہرگز خدائی وعدہ نہ تھا۔

'مکاشفہ' کے بعد یروشلم سے رابطہ

پولوس کے مکاشفہ کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ یروشلم سے دمشق میں عیسائیوں کی سرکوبی کا عزم لے کر نکلا تھا لیکن راستہ میں بقول اس کے اسے 'مکاشفہ' ہوا اور یسوع مسیح ایک بڑے نور کی شکل میں اس پر ظاہر ہوا اور اس کو نہ صرف مسیحیوں کی مخالفت سے روکا بلکہ اسے ایک بہت اہم روحانی منصب یعنی 'غیر اقوام کا رسول' عطا کر دیا۔

اگر مکاشفہ کی ساری کہانی درست تھی تو پھر پولوس کے لئے ضروری تھا کہ جس سردار کاہن کی اجازت سے اور اس کا خط لے کر وہ یروشلم سے اس 'مبارک کام' کے لئے نکلا تھا، جب یسوع مسیح نے اس پر ظاہر ہو کر اسے اس کام سے منع کر دیا بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو بلانے کے لئے ایک فریضہ اس کے سپرد کر دیا تو کیا یہ اس کے لئے ضروری نہ تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ عرب یا دمشق جاتا، وہ واپس یروشلم میں جا کر اس سردار کاہن اور دیگر یہودیوں کو اس کے متعلق صحیح صورت حال سے آگاہ کرتا۔ ان کو واضح طور پر بتاتا کہ اس طرح یسوع مسیح نے ایک بڑے نور کی شکل میں اس پر ظاہر ہو کر اسے اس کے ماننے والوں کو تنگ کرنے سے منع کیا اور اسے آئندہ کیلئے صرف یہودیوں کو ہی نہیں بلکہ اسے یہ فرض سونپا گیا ہے کہ وہ غیر یہودیوں کو بھی اسکے دین کی طرف دعوت دینا شروع کر دے۔ پولوس کے لئے اس کا نہ صرف یہ اخلاقی بلکہ دینی فریضہ بنتا تھا کہ اس غیر معمولی بدلتی ہوئی صورت حال سے یروشلم کے بزرگوں اور لوگوں کو آگاہ کرتا۔ لیکن بقول اس کے وہ عرب کی طرف چلا گیا اور بقول لوقا اسے اس کے ساتھی دمشق لے گئے کیونکہ وہ اس 'بڑے نور' کے سبب بینائی کھو بیٹھا تھا۔ یہ کوئی چند دنوں یا چند ماہ کا عرصہ نہ تھا۔ بلکہ تین برس تک اس کا یروشلم والوں سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ وہ گلتیوں کے خط میں خود بیان کرتا ہے:

''جب اس کی یہ مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ میں ظاہر کرے تا کہ میں غیر قوموں میں اس کی خوشخبری دوں تو نہ میں نے گوشت اور خون سے صلاح لی اور نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے۔ بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا، پھر تین برس کے بعد میں کیفا سے ملاقات کر کے یروشلم گیا اور پندرہ دن اس کے پاس رہا۔مگر اور رسولوں میں سے خداوند کے بھائی یعقوب کے سوا کسی سے نہ ملا۔''

(گلتیوں باب ۱۶ آیت ۱۶۔۱)

اس کے آگے پولوس یہ بیان کرتا ہے کہ دوسری دفعہ وہ یروشلم چودہ برس کے بعد گیا اور ایک غیر قوم کے یونانی شخص کو جو عیسائیت قبول کر چکا تھا، اسے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔خود بائبل کے مفسرین کو اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں تین سال تک ادھر ادھر گھومتا رہا اور یروشلم واپس نہ گیا۔

اسی طرح دوسری دفعہ بھی غیر معمولی عرصہ کے بعد یروشلم گیا۔اس کی ایک ہی وجہ ہوسکتی تھی کہ اسے خطرہ تھا کہ یروشلم والے اس کے کشف کو درست تسلیم نہیں کرینگے اور اس کے لئے مشکلات پیدا کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ جب وہ تین سال بعد یا چودہ سال کے بعد یروشلم گیا تو وہاں قطعی طور پر اپنے اس کشف اور اور اپنے اس منصب کا کچھ ذکر نہیں کرتا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اگر واقعی اس کا کشف صحیح تھا تو اس کا اولین فرض بنتا تھا کہ وہ وہاں سے سیدھا یروشلم جا کر اس نئی اور بدلتی ہوئی صورت حال کا اعلان کرتا۔لیکن اس کے برعکس وہ ایک لمبے عرصہ تک روپوش رہا۔ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے تو پولوس کو لازمی طور پر جلد از جلد یروشلم جانا چاہئے تھا۔اگر بوجوہ پولوس سردار کاہن اور اپنے ساتھیوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسے یروشلم میں کلیساء کے جو بزرگ اور رسول پطرس اور یعقوب وغیرہ موجود تھے، ان کو جا کر اپنے مکاشفہ اور

اپنے منصب کی تفصیل بتانا چاہئے تھی تا کہ اس کام میں وہ بھی اس کے مدد ومعاون ثابت ہوتے۔ لیکن اب صورتحال یہ تھی کہ بقول پولوس اسے یسوع مسیح نے ظاہر ہوکر ایک منصب عطا کر دیا۔لیکن اس کی خبر یروشلم کے سرکردہ افراد کو نہ تو یسوع مسیح نے کی اور نہ ہی پولوس نے جا کر ان کو بتایا۔اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ یروشلم کی کلیساء کے لوگ پہلی روش کے مطابق اپنا پیغام صرف یہودیوں تک محدود رکھتے تھے اور پولوس ازخود غیر اقوام کی طرف چلا گیا۔شروع میں غیر اقوام نے اس نئے مذہب میں دلچسپی ظاہر کی لیکن جب ان کو اس مذہب کے شرعی احکام خاص طور پر ختنہ اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق بعض پابندیوں کا علم ہوا تو ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔لیکن پولوس ہر حالت میں ان کو اس مذہب میں قائم رکھنا چاہتا تھا۔اب بجائے اس کے کہ ایک اصلی رسول کے منصب کے طور پر ان کو ان احکام کی حکمت کے متعلق قائل کرتا،اس نے اس کا آسان یہ حل نکالا کہ ان کے لئے ان شرعی احکام کی پابندی ختم کر دی گویا۔

نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری

اور شریعت کو لعنت قرار دے دیا۔اگر اس کا مکاشفہ صحیح تھا اور اسے واقعی 'غیر اقوام کا رسول' بنا دیا گیا تھا تو اسے بجائے ادھر ادھر جانے کے واپس یروشلم جا کر تمام حالات کلیساء کے سرکردہ افراد کو بتانا چاہئے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ امر خدا تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے کہ کسی معاند صداقت کو راتوں رات روحانیت کا بلندترین مقام عطا کر دے۔آپ تمام انبیاء اور رسولوں کی تاریخ چھان لیں۔آپ کو اس میں ان کی قربانیوں اور غیر معمولی مجاہدوں کی تاریخ ملے گی۔کبھی بھی کسی کو اچانک فرش سے اٹھا کر عرش پر نہیں بٹھایا گیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ پولوس کی زندگی کے حالات واضح نہیں ہیں اور تمام واقعات میں شدید اختلاف ہے۔پولوس خود کچھ بیان کرتا ہے اور لوقا بالکل مختلف طور پر ذکر کرتا ہے۔چنانچہ یروشلم جانے کے متعلق پولوس نے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اپنے خط بنام گلتیوں میں

لکھا ہے کہ وہ مکاشفہ کے تین سال بعد یروشلم گیا اور دوسری دفعہ چودہ برس بعد گیا تھا لیکن جب ہم اعمال پڑھتے ہیں تو لوقا یہ تاثر دیتا ہے کہ پولوس دمشق میں تبلیغ وغیرہ کا کام کرتا رہا اور 'بہت دن بعد' (لوقا کوئی معین عرصہ نہیں بتاتا) جب یہودیوں نے اسے مارنے کی کوشش کی تو وہ بچ کر یروشلم چلا گیا۔ وہاں پر جا کر بجائے اس کے کہ وہ کلیساء کے سرداروں کو اپنے 'منصب' کا ذکر کرتا۔ وہ وہاں کے عیسائیوں کو اپنے عیسائی ہونے کے متعلق باور کرانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر برنباس نے اس سلسلہ میں اس کی مدد کی اور رسولوں سے اسکا تعارف کرایا کہ وہ 'نیا عیسائی' ہے اور فعال عیسائی ہے۔ برنباس نے ہلکا سا اس کے کشف کا ذکر کیا لیکن اس کے عظیم منصب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ پولوس اپنے 'مکاشفہ' کے لمبے عرصہ بعد یروشلم جاتا ہے اور وہاں اپنے کشف وغیرہ کا کچھ ذکر نہیں کرتا۔ چنانچہ لوقا لکھتا ہے:

> ''اور وہ کئی دن اُن شاگردوں کے ساتھ رہا جو دمشق میں تھے۔اور فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے.......اور جب بہت دن گذر گئے تو یہودیوں نے اسے مار ڈالنے کا مشورہ کیا مگر ان کی سازش ساؤل کو معلوم ہوگئی.....اس نے یروشلم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔مگر برنباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اِس اِس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اُس نے اِس سے باتیں کیں اور اُس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام کی منادی کی۔اور یونانی مائل یہودیوں کے ساتھ گفتگو اور بحث بھی کرتا تھا۔مگر وہ اسے مار ڈالنے کے درپے تھے اور بھائیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو اسے قیصریہ میں لے گئے اور ترسس کو روانہ کر دیا۔''

(رسولوں کے اعمال باب ۹ آیات ۲۰ تا ۳۰)

لوقا نے پولوس کے یروشلم جانے اور وہاں اس کے قیام کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انتہائی عجیب و

غریب ہے۔ پولوس تین سال کے ایک لمبے عرصے کے بعد یروشلم گیا تھا۔لیکن یروشلم میں اس عرصہ میں کسی کو کچھ پتہ نہ تھا کہ یسوع مسیح نے پولوس پر ظاہر ہو کرا سے ''غیر اقوام کا رسول'' مقرر کر دیا ہے۔اسلئے اس کا وہاں کسی نے کوئی استقبال نہ کیا۔ بلکہ حالت یہ تھی کہ وہاں اسے کوئی عام شاگرد کے طور پر قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہ تھا۔اس نے خود شاگردوں میں گھسنے کی کوشش کی مگر معلوم ہوتا ہے اس میں بھی اسے کامیابی نہ ہوئی۔اس صورت حال کو دیکھ کر برنباس نے وہاں رسولوں سے اس کے کشف کے ذریعے عیسائی ہونے کا تعارف کرایا۔مگر اس نے بھی پولوس کے منصب کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا اور سب سے عجیب امر یہ ہے کہ اس سارے عرصہ میں پولوس خود بالکل خاموش رہا۔اس نے نہ تو اپنے کشف اور نہ ہی اپنے کسی منصب کا کوئی ذکر کیا۔کیا کوئی ایسا ذی فہم عیسائی ہے جو اس خاموشی کی وضاحت کر سکے۔حالانکہ یہی موقع اور محل تھا کہ وہ رسولوں اور حواریوں کے سامنے اپنے کشف اور مقام کا ذکر کرتا۔اس بارہ میں اس کی خاموشی کافی معنی خیز ہے۔

لوقا نے اپنی کتاب اعمال میں دوسری جگہ پولوس کے یروشلم سے نکلنے کی کہانی خود پولوس کی زبان سے نقل کی ہے۔اس کہانی کو پڑھا جائے تو وہ لوقا کے بیان کردہ بیان سے قطعی طور پر مختلف ہے۔لکھا ہے کہ پولوس نے جب دمشق میں حننیاہ کے ذریعہ بپتسمہ لے لیا اور اس طرح اپنے گناہ دھو ڈالے تو اس کے بعد وہ یروشلم میں اپنے قیام اور وہاں سے نکلنے کا ذکر یوں کرتا ہے:

> ''جب میں پھر یروشلم میں آ کر ہیکل میں دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ میں بے خود ہو گیا اور اس کو دیکھا کہ مجھ سے کہتا ہے جلدی کر اور فوراً یروشلم سے نکل جا کیونکہ وہ میرے حق میں تیری گواہی قبول نہ کریں گے۔میں نے کہا اے خداوند! وہ خود جانتے ہیں کہ جو تجھ پر ایمان لائے میں ان کو قید کراتا اور جا بجا عبادت خانوں میں پٹواتا تھا اور جب تیرے شہید ستفنس کا خون بہایا جاتا تھا تو میں بھی وہاں کھڑا تھا اور اس کے قتل پر راضی تھا اور اس کے قاتلوں کے کپڑوں کی حفاظت کرتا تھا۔اس نے مجھ سے کہا جا! میں تجھے غیر قوموں کے پاس دور دور بھیجوں گا۔'' (اعمال باب ۲۲ آیت ۱۷۔۱۸)

اس بیان میں پولوس یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ بپتسمہ لینے کے جلد بعد یروشلم گیا تھا۔ حالانکہ جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ پولوس کے اپنے قول کے مطابق وہ تین سال بعد یروشلم گیا تھا اور خود لوقا نے بھی اسے ''بہت دن گذر گئے'' تحریر کیا ہے۔ لیکن قطع نظر اس کے سب سے اہم بات یہ ہے کہ لوقا اپنے بیان میں پولوس کے یروشلم سے نکلنے کی وجہ یہ بتاتا ہے:

''اور یونانی مائل یہودیوں کے ساتھ گفتگو اور بحث کرتا تھا۔ مگر وہ اسے مار ڈالنے کے درپے تھے۔ اور بھائیوں کو جب معلوم ہوتو اسے قیصریہ میں لے گئے اور ترسس کو روانہ کر دیا۔''

مگر یہی لوقا یہاں پر خود پولوس کی زبان سے یروشلم سے نکلنے کی سراسر مختلف کہانی بیان کرتا ہے:

''جب میں پھر یروشلم میں آکر ہیکل میں دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ میں بے خود ہو گیا۔ اور اس کو دیکھا مجھ سے کہتا ہے جلدی کر اور فوراً یروشلم سے نکل جا کیونکہ وہ میرے حق میں تیری گواہی قبول نہیں کرینگے۔'' (اعمال باب ۲۲ آیت ۱۷۔۱۸)

مندرجہ بالا لوقا کے بیان میں اور خود پولوس کے یروشلم سے نکلنے کے بیان میں ہرگز کوئی مطابقت نہیں۔ لوقا یروشلم سے پولوس کے نکلنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس کے ساتھیوں نے اس کو بچانے کے لئے اسے یروشلم سے غائب کر دیا اور پولوس اسے غیبی اشارہ قرار دیتا ہے۔ اور باوجود پولوس کے اصرار کے کہ اسے یروشلم میں ٹھہرنا چاہئے، خداوند نے اسے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔

دونوں بیان نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کی کوئی تاریخ ایسی نہیں جس میں ان واقعات کو محفوظ کیا گیا ہو۔ اسلئے مفسرین اور مورخین نے مختلف اندازے لگائے ہیں۔ بعض نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ شاید یہ دو مختلف مواقع پر واقعات پیش آئے ہوں۔ لیکن پولوس خود اپنے مکاشفہ کے تین سال بعد یروشلم جانے کا ذکر کرتا ہے۔ اسلئے اس کی بھی گنجائش نہیں۔

ظاہر ہے ان دونوں بیانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کا باہمی کوئی جوڑ نہیں۔ پھر بھی عیسائی بائبل کو الہامی قرار دینے پر مصر ہیں۔ یاللعجب۔

پولوس اور لوقا

پولوس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے پہلے لوقا کے متعلق معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ لوقا ہی وہ واحد شخص ہے کہ جس نے اپنی تحریر ''رسولوں کے اعمال'' میں پولوس کے متعلق بڑی تفصیل سے لکھا اور اپنی اس کتاب کے کل ۲۸ ابواب میں سے ۲۰ ابواب صرف پولوس کے متعلق تحریر کئے ہیں۔

پولوس کی زندگی اور مشن کے متعلق اس کے اپنے خطوط کے علاوہ صرف لوقا کی یہی تحریر ہے جس سے اس کی زندگی کا کچھ نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ لوقا کی یہی تحریر ہے کہ جس میں اس کے کشف کے ذریعہ معجزانہ رنگ میں عیسائی ہونے اور روح القدس سے معمور ہونے اور غیر اقوام کا رسول ہونے کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوقا ہی وہ کردار ہے کہ جس نے پہلی بار پولوس کو ایک سینٹ اور دیوتا کے طور پر متعارف کرایا چنانچہ ایک واقعہ تحریر کرنے کے بعد لوقا نے پولوس کے متعلق لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے:

''یہ تو کوئی دیوتا ہے۔''

(اعمال باب ۲۸ آیت ۶)

الغرض پولوس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے پہلے لوقا کو جاننا ضروری ہے۔

اناجیل اربعہ میں سے تیسری انجیل کے لکھنے والے لوقا کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دیگر یہودی نژاد حواریوں میں سے کوئی حواری ہوگا۔ لیکن یہ خیال قطعی طور پر غلط ہے نہ تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری تھا اور نہ ہی یہودی تھا بلکہ وہ ایک غیر اسرائیلی اور غیر قوم میں سے تھا اور اپنے پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھا۔ وہ بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کے پولوس کا ساتھی تھا اور اسی کے ذریعہ عیسائی ہوا اور کے ساتھ متعدد سفروں میں اس کا ہمسفر رہا۔

چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لوقا کے متعلق لکھا ہے:

"Information about his life is scanty. His writing style indicates cultivated literary background. Tradition based on gospel references as regarded him as a physician and a gentile.He was a co-worker of Paul and Probably accompanied on several missionary journeys."

ترجمہ: ''لوقا کی زندگی کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔اس کی طرز تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔انجیل میں جو روایات درج ہیں اس میں اسے ایک فزیشن اور غیر اسرائیلی بیان کیا گیا ہے۔نیز وہ پولوس کا ساتھی تھا اور غالباً اس کے کئی سفروں میں اس کا ہمسفر رہا۔''

انسائیکلو پیڈیا میں لوقا کے متعلق مزید یہ لکھا ہے:

" The distinction drawn between luke and other colleagues has caused many scholars to conclude that he was a gentile.If so,he would be the only new testament writer clearly identifiable as a non-Jew "

ترجمہ: ''بہت سے علماء نے لوقا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کے درمیان فرق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ لوقا غیر اسرائیلی تھا اس طرح گویا وہ عہد نامہ جدید کے لکھنے والوں میں سے واحد غیر اسرائیلی انجیل نویس تھا۔''

اسی طرح وائے کلف بائبل کمنٹری کے مسٹر ہریسننے اپنی تفسیر میں لوقا کے متعلق لکھا ہے:

"The author was a gentile convert possibly of the church of ANTIOCH where Paul served with Bernabas at the beginning of his ministry."

(act 11 v26,26)

ترجمہ: ''اس کا مولف ایک غیر قوم سے عیسائیت میں داخل ہونے والا شخص ہے۔غالب امکان ہے کہ وہ اینٹی آک کے چرچ سے تھا جہاں پولوس اور برنباس اپنی تبلیغی مہم کے آغاز میں اکٹھے کام کر رہے تھے۔''

چند سال قبل ریڈرز ڈائجسٹ نے ایک کتاب Who is Who in the Bible شائع کی ہے، جس میں تحقیق کر کے بائبل میں بیان کردہ تمام اشخاص کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ چنانچہ اس میں لوقا کے متعلق لکھا ہے:

"He appears to have been a gentile convert in Christianity who, according to one early source, came from Antioch in Syria ."

ترجمہ: ''لوقا کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غیر قوم میں سے عیسائیت قبول کی تھی نیز ایک پرانی تحریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ شام کے ایک مقام اینٹی آک سے آیا تھا۔''

لکھا ہے:

"Since the evangelist did not number himself among those who from the very beginning were eye witnesses and ministers of the world."

(Luke 1-2)

"Luke probably did not know Jesus personally. However,as Paul's fellow worker he would have been a member of the apostle's traveling entourage, aiding him in his missionary activities across the Roman world and perhaps sharing imprisonment with him ."

(Who is who in the Bible- under Luke)

ترجمہ: ''لوقا انجیل نویس اپنے آپ کو ان حواریوں میں شمار نہیں کرتا۔ اس نے اپنی انجیل کے شروع میں لکھا کہ لوقا ذاتی طور پر یسوع مسیح کو جانتا نہ تھا تاہم پولوس کا ساتھی ہونے کی وجہ سے پولوس کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس کا کئی سفروں میں ہم سفر رہا۔'' جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔''

(لوقا باب ۴ آیت ۲)

غالب خیال یہ ہے کہ وہ پولوس کے ساتھیوں میں شامل تھا اور اس کی رومی علاقے میں تبلیغی مساعی میں اس کے ساتھ تعاون کرتا تھا اور شاید اس کے ساتھ جیل میں بھی رہا۔

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ لوقا ایک غیر اسرائیلی شخص تھا جس نے پولوس کے ذریعہ عیسائیت کو قبول کیا تھا۔لوقا نے خود بھی اپنی انجیل کے شروع میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری نہ تھا بلکہ اس نے دوسروں سے سن کر یہ انجیل ایک شخص تھیفلس کے لئے تحریر کی تھی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقعہ ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے۔ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔''

(لوقا باب ا آیت ۲)

تھیفلس کون تھا؟

لوقا نے جس شخص تھیفلس کے لئے اپنی انجیل ترتیب دی تھی وہ بھی ایک غیر اسرائیلی شخص تھا اس کے متعلق سب مفسرین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ یہودی نہ تھا بلکہ غیر قوم سے تھا۔ چنانچہ وائے کلف بائبل کمنٹری نے اس کے متعلق لکھا ہے:

"Theophilis was probably a gentile convert to Christianity and Luke wrote to give him a greater knowledge of Christian religion then he already possessed."

ترجمہ: ''تھیفلس غالباً غیر قوم سے عیسائی ہوا تھا اور لوقا نے اس کے لئے یہ اسی لئے لکھا تا کہ اسے عیسائی مذہب کے آغاز کے متعلق وہ امور بیان کرے جو اسے پہلے معلوم نہ تھے۔''

الغرض یہ مسلمہ امر ہے کہ لوقا انجیل نویس ایک غیر اسرائیلی شخص تھا۔اس نے پولوس کے ذریعے

عیسائیت قبول کی تھی اور لمبا عرصہ پولوس کے ساتھ رہا۔اس عرصہ میں اس نے ایک غیر اسرائیلی شخص تھیفلس کے لئے پہلے لوقا انجیل تحریر کی اور بعد میں ''رسولوں کے اعمال'' تحریر کئے۔اب لازمی امر ہے کہ جو شخص حضرت مسیح علیہ السلام سے ذاتی تعلق اور تعارف نہ رکھتا تھا بلکہ صرف پولوس کو ہی جانتا تھا اور اس کا رفیق اور ہمسفر رہا تھا اس کا تمام تر بیان یکطرفہ ہوگا۔

پولوس نے بھی اپنے خطوط میں متعدد جگہ لوقا کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

''پیارا طبیب لوقا''

(کلسیوں باب ۴ آیت ۱۴)

اسی طرح دوسری جگہ لکھا ہے:

''لوقا جو میرے ہم خدمت ہیں تجھے سلام کہتے ہیں'' (فلیمون ۴۳)

پھر ایک جگہ پولوس لکھتا ہے:

''صرف لوقا میرے پاس ہے '' (۲۔ تیمتھس باب ۴ آیت ۱۱)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ لوقا کو ایک لمبے عرصے تک پولوس کی صحبت حاصل رہی۔اب واضح ہے کہ جو شخص خود غیر اسرائیلی تھا اور ایک غیر اسرائیلی کے لئے اس نے تحریر کیا تھا اور کبھی زندگی میں اسے حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھنے اور ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور اس کا سب ساختہ پرداختہ پولوس کے ذریعے تھا۔اس لئے اس کی تحریرات صرف پولوسی خیالات کی عکاسی کرتی ہیں۔

اگرچہ عیسائی مفسرین پہلی تین اناجیل کو Synoptic gospels کہتے ہیں کیونکہ ان تینوں کے مضامین میں اشتراک پایا جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ لوقا کی انجیل پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ تمام اقوال جن میں انہوں نے اپنے مشن کے صرف بنی اسرائیل تک محدود ہونے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کیا ہے اور جن کو متی ومرقس نے نقل کیا ہے ان کو لوقا نے عمداً چھوڑ دیا ہے اور اس کا کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ اس سے خود اس کے اپنے عیسائی ہونے کی نفی

ہوتی ہے۔ پھر لوقا نے اپنی تحریر ''رسولوں کے اعمال'' کے صرف ابتدائی ۸ ابواب میں پطرس وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور باقی تمام ۲۰ ابواب پولوس کے قبول عیسائیت کے متعلق کشف اور روح القدس سے مامور ہونے اور متعدد معجزات کا ذکر ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود بھی ماند پڑتا نظر آتا ہے۔

لوقا کی کتاب اعمال کے متعلق بائبل کے مفسرین نے لکھا ہے کہ اناجیل اور پولوس کے خطوط کے درمیان اعمال کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے پولوس کے خطوط کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے گویا یہ پولوس کے خطوط کے لئے بطور دیباچہ کے ہیں۔ لوقا کی تحریرات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے پیش کردہ اسرائیلی مشن کو پولوسی مشن میں تبدیل کرنے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ اس نے اپنی انجیل میں جو چیزیں قدرے دب کر اور مابین السطور بیان کی تھیں ان کو اپنی کتاب اعمال میں کھل کر تحریر کیا پھر اس کی یہ نامکمل تحریر عہد نامہ جدید کا حصہ قرار دے دی گئی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ''اعمال'' درحقیقت وہ پل ہے جس سے گذر کر ایک شخص یسوع مسیح کی عیسائیت سے پولوسی عیسائیت تک با آسانی پہنچ جاتا ہے۔

پولوس اور یعقوب حواری

عہد نامہ جدید میں یعقوب حواری جو یسوع مسیح کے بھائی تھے اور جو سینٹ جیمز کے نام سے مشہور ہیں ان کا ذکر یروشلم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ان کے خلیفہ پطرس کے ساتھ بطور لیڈر اور بہت معتبر مذہبی رہنما کے طور پر کیا گیا ہے۔ان کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:

''حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی۔اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے وحدہ لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد ان کی وفات کے ان کا بھائی یعقوب بھی جو ان کا جانشین تھا اور ایک بزرگ انسان تھا، توحید کی تعلیم دیتا رہا اور پولوس نے خواہ مخواہ اس بزرگ سے مخالفت شروع کر دی اور اس کے عقائد صحیحہ کے مخالف تعلیم دینا شروع کیا۔''

(چشمہ مسیحی صفحہ ۵۵)

عہد نامہ جدید میں یعقوب حواری کا صرف ایک خط شامل کیا گیا ہے اور اسے پولوس کے چودہ خطوط کے بعد رکھا گیا ہے۔حالانکہ یعقوب حواری کا بوجہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائی ہونے کے جو بلند مقام اور مرتبہ تھا وہ اس امر کا متقاضی تھا کہ ان کے خط کو پولوس کے خطوط کے مقابل پر فوقیت دی جاتی اور اسے سب سے پہلے رکھا جاتا۔اس سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے عہد نامہ جدید کیلئے اناجیل اور عمائدین کے خطوط کا انتخاب کیا وہ سب لوقا اور پولوس کے زیر اثر تھے۔ان کو جو مواد اپنے خیالات کے مطابق مفید مطلب معلوم ہوا اسے عہد نامہ میں شامل کر لیا اور باقی کو غیر مصدقہ (uncanonical) کا لیبل لگا کر رَدّ کر دیا۔

تاہم یہ بسا غنیمت ہے کہ یعقوب حواری کا ایک خط عہد نامہ جدید میں شامل کرلیا گیا۔مگر اسے پولوس کے خطوط کے بعد جگہ دی گئی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چونکہ ان کے خط میں ایسا مواد موجود تھا جو بدلتی ہوئی پولوسی مسیحیت کے خلاف تھا اسلئے اسے اس کا صحیح مقام نہ دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یعقوب حواری کے خط کے مطالعہ سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہ ایسے خدارسیدہ شخص کی تحریر ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام کی جسمانی اور روحانی قربت نصیب ہوئی تھی۔ تمام خط بہت عمدہ نصائح سے مرقع ہے اور ان تمام غلط عقائد کا قلع قمع کرتا ہے جو پولوس نے محض غیر اقوام کو خوش کرنے کے لئے وضع کئے تھے اور جن کا حضرت مسیح علیہ السلام کی بنیادی تعلیم اور عقائد سے ہرگز کوئی تعلق نہ تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنا دائرہ کار نہایت واضح الفاظ میں بار بار بیان کیا کہ:

''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔''

(متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ تعلیم بے مقصد نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق تھی۔اس سلسلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا موقف نہایت واضح تھا۔انہوں نے ہمیشہ صرف یہودیوں کو مخاطب کیا اور صرف ان کی ہیکلوں میں جا کر تبلیغ کرتے۔انہوں نے اپنی زندگی میں کسی ایک غیر اسرائیلی شخص کو ازخود مخاطب نہیں کیا تھا اور یہی تلقین اپنے حواریوں کو کی تھی۔اسکے بالکل برعکس پولوس نے ایک مکاشفہ کا سہارا لے کر غیر اسرائیلی اقوام کو عیسائیت میں داخل کرنا شروع کیا۔حالانکہ واضح ہے کہ جس کام کو حضرت مسیح علیہ السلام نے ازخود اپنی زندگی میں نہ کیا بلکہ اس کی شدت سے ممانعت کی۔وہ چند سال بعد ایک معاند عیسائیت کو اس کے کرنے کے متعلق کیسے حکم صادر فرما سکتے تھے؟ لوقا کی کتاب ''رسولوں کے اعمال'' کے پڑھنے سے کسی قدر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کلیسیا کے ان

ابتدائی ایام میں پولوس اور اس کے بعض ہم نواؤں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس واضح تعلیم کو بدلنے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں عیسائیوں میں باہمی کشمکش شروع ہوگئی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے تربیت یافتہ حواری پولوس کے اس طرزِ عمل کے سخت مخالف تھے۔

اس زمانہ میں ذرائع ابلاغ کی کمی کے باعث تمام حالات کا معلوم ہونا آسان نہ تھا۔ تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب حواری نے اپنے خط کے شروع میں ایک فقرہ لکھ کر حضرت مسیح علیہ السلام کے موقف کی توثیق کی ہے اور پولوسی خیالات کی تردید کردی ہے اور واضح طور پر عیسائیوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ پولوس کا غیر اقوام کو تبلیغ کرنا قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہے۔ یعقوب حواری اپنے خط کے آغاز میں صرف اسرائیلی قبائل کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدا کے اور خداوند یسوع مسیح کے بندہ یعقوب کی طرف سے ان بارہ قبیلوں کو جو جابجا رہتے ہیں سلام پہنچے۔'' (یعقوب کا ایک عام خط باب ۱ آیت ۱)

یعقوب حواری کا اپنے خط میں صرف اسرائیل کے بارہ (۱۲) قبیلوں کو مخاطب کرنا واضح کرتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کی تائید اور ترویج کرنا چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے خط کا آغاز ایسے کیا اور اسی طرح پولوس کے دعویٰ اور غیر اقوام کی طرف جانے کو غلط ثابت کیا۔

ویسے بھی جیسا کہ پہلے تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے، یہ امر قابلِ غور ہے کہ اگر یسوع مسیح یہ چاہتے تھے کہ ان کا پیغام غیر اقوام کو بھی پہنچے اور اس کے لئے انہوں نے پولوس کو منتخب کیا اور اپنے کشف کے ذریعے اس کو اس کا حکم دیا مگر یروشلم میں ان کا نائب اور خلیفہ پطرس اور ان کا بھائی یعقوب جو ان کے بعد روحانی لیڈر تھے ان کو اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر اہم معاملہ کے متعلق یسوع مسیح نے خود ظاہر ہو کر پولوس کو ایک مشن سونپ دیا اور اپنے اصل حواریوں کو بے خبر رکھا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ پولوس کا مکاشفہ خود ساختہ تھا اور اس کا یسوع مسیح سے کوئی تعلق نہ تھا۔

شریعت کے احکام کے متعلق وضاحت

دوسرا بنیادی مسئلہ شریعت کے بعض احکام کے متعلق تھا جن کی رو سے شریعت میں یہودیوں کے لئے ختنہ کرنا اور کھانے پینے کی بعض اشیاء کے متعلق پابندی تھی اور ان کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اب جب پولوس نے اپنا پیغام غیر اقوام یعنی یونانی اور رومی لوگوں تک پہنچایا تو ان کے لئے یہودی شریعت کے ان احکام پر عمل کرنا انتہائی مشکل اور ناممکن تھا اس لئے مجبوراً پولوس نے ان کے لئے شریعت کی پابندی نہ صرف ختم کر دی بلکہ اسے لعنت قرار دے دیا۔ اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ جناب یعقوب حواری نے اپنے اہم خط میں شریعت کے تمام احکام کے مطابق زندگی ڈھالنے کی اہمیت کو واضح کیا اور اس طرح پولوس کے نقطۂ نظر کے غلط ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں:

''اے میرے بھائیو! ہمارے خداوند ذوالجلال یسوع مسیح کا ایمان تم میں طرفداری کے ساتھ نہ ہو......اگر تم طرفداری کرتے ہو تو گناہ کرتے ہو (یعنی شریعت کا کوئی حکم مانتے ہو اور بعض کو چھوڑ دیتے ہو۔ ناقل) اور شریعت تم کو قصوروار ٹھہراتی ہے۔ کیونکہ جس نے ساری شریعت پر عمل کیا اور ایک ہی بات پر خطا کی وہ سب باتوں میں قصوروار ٹھہرا۔'' (یعقوب کا اہم خط باب ۲ آیت ۱ تا ۱۰)

اسی طرح پولوس کا یہ کہنا کہ صرف مسیح پر ایمان لانا کافی ہے اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں اس کا رد کرتے ہوئے لکھا:

''اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایمان دار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے......اسی طرح ایمان بھی اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات میں مردہ ہے۔''

(یعقوب باب ۲ آیت ۱۴ تا ۱۷)

یعقوب حواری نے یہاں وہی مضمون بیان کیا ہے جس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جہاں بھی قرآن مجید نے ایمان کا ذکر کیا ہے وہاں اسے اعمال صالحہ کے ساتھ باندھا ہے۔ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی ترکیب قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوئی ہے۔

پولوس نے محض غیر اقوام کو برائے نام عیسائی بنانے کے شوق میں ان کو صرف ایمان لانے کی ترغیب دی اور اعمال کی ضرورت کا انکار کیا (ملاحظہ ہو گلیتیوں باب ۲ آیت ۱۵ تا ۱۶) اس بناء پر یعقوب حواری نے اپنے عام خط میں پولوس کی اس پیدا کردہ غلطی کے ازالہ کی کوشش کی اور ایمان کے ساتھ اعمال بجالانے کی طرف توجہ دلائی۔

عہد نامہ جدید کے مفسرین کو یعقوب حواری کے خط میں بیان کردہ مضمون پولوس کے نظریات کے خلاف نظر آیا ہے۔ وہ اس باہمی تضاد کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں پھر بھی پولوس کے دفاع کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ وائی کلف بائبل کمنٹری کا مصنف مسٹر ہیریسن یعقوب کے خط کے متعلق ابتدائی تعارفی ریمارکس میں لکھتا ہے:

" To understand those verses the reader must acquinted with certain Paulian formulas, yet it is hard to believe that the author of 2,14-26 is refuting Paul. This would involve an almost inconcieveable miscomprehension of the Paulian doctrine of justification by faith "

ترجمہ: قاری کو (یعقوب کے خط میں) ان آیات کے مضمون کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اسے پہلے پولوس کے بعض مخصوص طرز کلام کے متعلق واقف ہونا ضروری ہے۔ تاہم یہ یقین کرنا انتہائی مشکل ہے کہ ان آیات باب ۲ آیات ۱۴ تا ۲۶ کا لکھنے والا پولوس کے نظریات کی تردید کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پولوس کا یہ عقیدہ کہ انسان صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے، اسکا غلط طور پر ادراک کیا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ عیسائیت کی تمام تر بنیاد پولوسی نظریات کے مطابق ہے اس لئے وہ یعقوب کو مورد

الزام ٹھہراتے ہیں کہ وہ پولوس کے نظریات کا صحیح طور پر نہ سمجھ سکے اور اس کی تردید کی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یعقوب حضرت مسیح علیہ السلام سے جسمانی اور روحانی رشتہ رکھتے تھے اور ابتدائی حواریوں میں سے تھے۔ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کے نظریات کے سمجھنے میں کوئی غلطی نہ ہوسکتی تھی۔ البتہ پولوس بعد میں دعویدار بنا۔ اسے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں ان کو دیکھنے اور ماننے کی توفیق نہ ملی۔ اسلئے پولوس کے نظریات کو کس طرح یعقوب کے خیالات پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ پولوس نے یہ نظریات محض غیر اقوام کو مداہنت کا طریق اختیار کرتے ہوئے مطمئن کرنے کے لئے وضع کئے تھے۔ واضح ہے کہ ایسا ایمان جو عملی قربانیوں اور مجاہدات سے خالی ہے وہ محض چھلکا ہے اور مغز سے عاری ہوگا۔

اگر پولوس کے خطوط کا پوری گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یعقوب کے تربیت یافتہ لوگ پولوس کے طریق کار کے مخالف تھے وہ شرعی احکام بشمول ختنہ اور کھانے پینے میں حلال وحرام کا خیال رکھنا ضروری سمجھتے تھے اور پولوس اس لحاظ سے ان کے خلاف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے خط بنام گلتیوں میں اسکا خود کھل کر ذکر کرتا ہے:

''لیکن جب کیفا انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو ہوکر اس کی مخالفت کی کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا۔ اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا مگر جب وہ آ گئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہوکر ریا کاری کی۔ یہاں تک کہ کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریا کاری میں پڑ گیا۔''

(گلتیوں باب ۲ آیت ۱۱ تا ۱۳)

گویا پولوس، یعقوب اور ان کے ساتھیوں کو جو شرعی احکام کی پابندی ضروری سمجھتے تھے اور اس لحاظ سے غیر اقوام کے ساتھ مل کر کھانے پینے سے احتراز کرتے تھے، ''ریاکار'' قرار دیتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی بعض عملی کمزوریوں کا طعنہ دے کر ان کی شدید مخالفت کرتا ہے اور گویا غیر اقوام کو یہ

باور کرانا چاہتا ہے کہ شرعی احکام پر عمل ممکن نہیں اور صرف مسیح پر ایمان کافی ہے۔ چنانچہ پولوس اسکا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب میں نے دیکھا کہ وہ خوشخبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے کیفا سے کہا کہ جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے نا کہ یہودیوں کی طرح۔تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے؟ گو ہم پیدائش سے یہودی ہیں اور گناہ گار غیر قوموں میں سے نہیں تو بھی یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود بھی یسوع مسیح پر ایمان لائے تا کہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے۔ کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مارنا عبث ہوتا۔''

(گلتیوں باب ۲ آیت ۱۳تا۲۱)

یہاں پر اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ لوقا نے پطرس اور یعقوب کے متعلق جو یروشلم میں کلیسیا کے سربراہ تھے اور وہ پولوس کے طرزِ عمل کے خلاف تھے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے غیر اقوام کے متعلق اپنی رائے بدل لی تھی اور غیر اقوام کو بعض مراعات دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے بلکہ پطرس کے ایک رویاء کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ اس نے غیر اقوام کو تبلیغ شروع کر دی تھی اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پینا شروع کر دیا تھا۔ (اعمال باب ۱۱ آیات ۱، ۲)۔ اسی طرح یعقوب کے متعلق یروشلم میں اس سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جب ہم یروشلم میں پہنچے تو بھائی بڑی خوشی کے ساتھ ہم سے ملے اور دوسرے دن پولوس ہمارے ساتھ یعقوب کے پاس گیا اور سب بزرگ وہاں حاضر تھے۔ اس نے انہیں سلام کر کے جو کچھ خدا نے اس کی خدمت سے غیر قوموں میں کیا تھا، مفصل

بیان کیا۔انہوں نے یہ سن کر خدا کی تمجید کی۔ پھر اس نے کہا اے بھائی !تو دیکھتا ہے
کہ یہودیوں میں سے ہزار ہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارہ
میں سرگرم ہیں ۔ان کو تیرے بارے میں سکھا دیا گیا ہے کہ تو غیر قوموں میں رہنے
والے سب یہودیوں کو یہ کہہ کر موسیٰ سے پھر جانے کی یہ تعلیم دیتا ہے کہ نہ اپنے لڑکوں کا
ختنہ کرو نہ موسوی رسموں پر چلو۔پس کیا کیا جائے؟لوگ سنیں گے کہ تو آیا ہے۔اسلئے
جو ہم تجھ سے کہتے ہیں وہ کر۔'' (اعمال باب ۲ آیت ۱۷۔۲۲)

اس کے بعد بقول لوقا یعقوب نے پولوس کو ایک ترکیب بتائی تا کہ وہ یروشلم میں اس کے مخالفین سے محفوظ رہے۔نیز غیر اقوام کے ساتھ کھانے پینے کے متعلق بعض مراعات کیلئے بھی فیصلہ سنا دیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے:

''ہمارے ہاں چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے منت مانی ہے۔انہیں لے کر اپنے
آپ کو ان کے ساتھ پاک کر اور ان کی طرف سے کچھ خرچ کر تا کہ وہ سر منڈائیں۔تو
سب جان لیں گے کہ جو باتیں انہیں تیرے بارے میں سکھائی گئی ہیں ان کی کچھ اصل
نہیں بلکہ تو خود بھی شریعت پر عمل کر کے درستی سے چلتا ہے۔مگر غیر قوموں میں سے جو
ایمان لائے ان کی بابت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا وہ صرف بتوں کی قربانی کے
گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرامکاری سے اپنے آپ کو
بچائے رکھیں۔اس پر پولوس ان آدمیوں کو لیکر اور دوسرے دن اپنے آپ کو ان
کے ساتھ پاک کر کے ہیکل میں داخل ہوا اور خبر دی کہ جب تک ہم میں سے ہر ایک کی
نذر نہ چڑھائی جائے تقدس کے دن پورے کریں گے۔''

(اعمال باب ۲۱ آیت ۲۳ تا ۲۶)

اس میں لوقا نے گویا یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یعقوب نے اپنا موقف غیر اقوام کو عیسائیت میں داخل کرنے کے لئے بدل لیا تھا اور ان کو خوشدلی سے قبول کر لیا تھا اور ان کے لئے بعض

مراعات کا بھی اعلان کر دیا تھا۔لوقا کے یہ یک طرفہ بیانات ہرگز درست نہیں۔خاص طور پر یعقوب کا اپنا اسرائیل کے بارہ قبائل کے نام عام خط اس کے خلاف ہے۔اگر انہوں نے غیر اقوام کے متعلق اپنا موقف بدل لیا تھا۔پھر ان کو''بارہ قبائل'' کی بجائے تمام اقوام کو مخاطب کرنا چاہئے تھا۔ دراصل جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ چونکہ لوقا بھی غیر قوم سے تھا اس لئے اس نے مفید مطلب باتیں تحریر کی ہیں تا کہ پولوس جو اس کا استاد تھا اس کے موقف کو درست ثابت کیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ گذشتہ باب میں لکھا جا چکا ہے کہ لوقا ہرگز حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری نہ تھا۔یہ شخص ''غیر قوم'' سے تھا اور پولوس کے ذریعے عیسائی ہوا۔چونکہ یہ تعلیم یافتہ شخص تھا اور لکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا اس لئے اس نے ادھر ادھر سے سن کر زیادہ تر وہ باتیں تحریر کیں جو اس کے مفید مطلب تھیں۔اس نے پولوس کے متعلق بہت سی باتیں قلم بند کیں اور اسے ایک ''دیوتا'' اور ''خدا رسیدہ شخص'' کے طور پر پیش کیا۔اس زمانہ کی کسی تاریخ میں پولوس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ملتا۔اس لئے عیسائیوں نے پہلے لوقا کو رسول قرار دیا (حالانکہ نہ وہ حواری تھا اور نہ اس کا اس قسم کا کوئی دعویٰ تھا) پھر بعد میں اس کی تحریرات کو الہامی قرار دے دیا۔ان تحریرات میں لوقا نے پطرس اور یعقوب کے متعلق جا بجا یہ تاثر دیا ہے کہ انہوں نے اپنا موقف ''غیر اقوام'' کیلئے بدل لیا تھا اور ان کے لئے ختنہ اور حلال و حرام کی پابندی کو ختم یا نرم کر دیا گیا تھا۔لیکن اگر یعقوب کے خط کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے یہ واضح تاثر اُبھرتا ہے کہ جناب یعقوب حواری اپنے موقف پر مضبوطی سے خود قائم تھے اور دوسروں کو قائم کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ان کے رویہ میں کوئی لچک اور نرمی نہیں جس کا ذکر لوقا نے کیا ہے۔پھر یہ اہم سوال اپنی جگہ ہے کہ اگر بائبل الہامی کتاب ہے اور اس میں بیان کردہ احکام خدا تعالیٰ نے اپنے وقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر رسولوں کو دیئے تھے تو پھر پولوس کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ ان کو منسوخ یا ملعون قرار دے دے۔اس طرح سے تو خدا کے الہام سے ایمان ہی اٹھ جاتا ہے۔

پولوس اور موروثی گناہ

موجودہ عیسائیت کے تین بنیادی عقائد تثلیث، ابنیت یسوع مسیح اور کفارہ کا ذکر حضرت مسیح علیہ السلام نے کہیں نہیں کیا اور اناجیل اربعہ میں بھی ان کا کوئی واضح ذکر نہیں ملتا۔ یہ تمام عقائد ایک عرصہ دراز کے بعد جب عیسائیت رومن ایمپائر میں پولوس اور اس کے حواریوں کے ذریعہ پہنچی، وہاں کے مروجہ ملحدانہ خیالات اور مقامی رسم و رواج سے متاثر ہو کر وجود میں آئے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا اصل مرکز جو فلسطین میں تھا وہ دب کر پس پردہ چلا گیا۔ بعد میں عیسائیوں نے ان مفروضات کو اناجیل کے ذریعہ سہارا دینے کی کوشش کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض اقوال اور تمثیلات کی بعید از قیاس تاویلات کے ذریعے ان کو ثابت کرنے کی سعئ لاحاصل کی۔

اگر پولوس کے خطوط کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غیر اسرائیلی اقوام کے لئے عیسائیت کو ایسے طور پر پیش کیا جو ان کے نظریات سے مطابقت رکھتی ہو۔ اس نے یسوع مسیح کو ان کے مروجہ عقائد کے نعم البدل کے طور پر خدا تعالیٰ کے بیٹے کا نام دے دیا اور اس پر ایمان لانے کو ایسی شریعت قرار دیا کہ جس کے نتیجہ میں نہ صرف انسان موجودہ گناہوں سے نجات پا جاتا ہے بلکہ بقول پولوس نسل آدم میں جو گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ورثہ میں چلا آرہا تھا، اس کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے، گویا کلی طور پر گناہ کی نفی ہو جاتی ہے۔ ذرا دیکھئے کہ پولوس نے اپنے اس نظریہ کو ''رومیوں کے نام خط'' میں کس فلسفیانہ انداز میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:

''پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے

موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اسلئے کہ سب نے گناہ کیا۔ کیونکہ شریعت کے دئے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا تو بھی آدم سے لے کر موسیٰ تک موت نے ان پر بھی بادشاہی کی جنہوں نے اس آدم کی نافرمانی کی طرح جو آنے والے کا مثیل تھا گناہ نہ کیا تھا۔ لیکن گناہ کا جو حال ہے وہ فضل کی نعمت کا نہیں کیونکہ جب ایک شخص کے گناہ سے بہت سے آدمی مر گئے تو خدا کا فضل اور اس کی جو بخشش ایک ہی آدمی یعنی یسوع مسیح کے فضل سے پیدا ہوئی بہت سے آدمیوں پر ضرور ہی افراط سے نازل ہوئی۔ اور جیسا ایک شخص کے گناہ کرنے کا انجام ہوا بخشش کا ویسا حال نہیں کیونکہ ایک ہی کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سزا کا حکم تھا مگر بہتیرے گناہوں سے ایسی نعمت پیدا ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ راستباز ٹھہرے۔ کیونکہ جب ایک شخص کے گناہ کے سبب سے موت نے اس ایک کے ذریعہ سے بادشاہی کی تو جو لوگ فضل اور راستبازی کی بخشش افراط سے حاصل کرتے ہیں وہ ایک شخص یعنی یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی میں ضرور ہی بادشاہی کریں گے۔ غرض جیسا وہ ایک گناہ کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سب آدمیوں کی سزا کا حکم تھا ویسا ہی راستبازی کے ایک کام کے وسیلہ سے سب آدمیوں کو وہ نعمت ملی جس سے راستباز ٹھہر کر زندگی پائیں۔ کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اسی طرح ایک کی فرماں برداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھہریں گے اور بیچ میں شریعت آ موجود ہوئی تا کہ گناہ زیادہ ہو جائے مگر جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی زیادہ ہوا تا کہ جس طرح گناہ نے موت کے سبب سے بادشاہی کی اسی طرح فضل بھی ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی کے لئے راستبازی کے ذریعہ سے بادشاہی کرے۔"

(رومیوں باب 5 آیت 12-21)

اسی طرح پولوس اپنے اس عجیب نقطہ نظر کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''پس اب جو یسوع مسیح میں ہیں ان پر سزا کا حکم نہیں کیونکہ زندگی کے روح کی شریعت نے مسیح یسوع میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا ہے۔ اسلئے کہ جو کام شریعت جسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وہ خدا نے کیا۔ یعنی اس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلودہ جسم کی صورت میں اور گناہ کی قربانی کی لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا تا کہ شریعت کا تقاضہ ہم میں پورا ہو جو جسم کے مطابق نہیں بلکہ روح کے مطابق چلتے ہیں۔ کیونکہ جو جسمانی ہیں وہ جسمانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں لیکن جو روحانی ہیں وہ روحانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں اور جسمانی نیت موت ہے مگر روحانی نیت زندگی اور اطمینان ہے۔''

(رومیوں باب ۸ آیت ۶۔۱)

پولوس کی ایسی ہی تحریرات ہیں کہ جن سے کفارہ کے عقیدہ نے جنم لیا۔ اس عقیدہ کے ذریعے مذہب سے بیگانہ رومی اور یونانی اقوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ یسوع مسیح کو ماننے سے نہ صرف موجودہ گناہ ختم ہو جائیں گے بلکہ گناہ کی اصل جڑ جو آدم کی نافرمانی سے شروع ہوئی تھی اور اس کی نسل میں بطور ورثہ چلی آ رہی تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح گناہ کے عذاب سے بچ جائے۔ اس سے بڑھ کر کونسا آسان طریقہ ہو سکتا ہے کہ یسوع مسیح پر ایمان لا کر اور شریعت کے احکام کی مشقت کے بغیر نجات اور جنت میسر آ جائے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ آوے چوکھا۔

پولوس کے اس نظریہ کے پیش نظر اب عیسائی یہ یقین رکھتے ہیں کہ انسان فطرتاً گناہ گار ہے۔ کوئی انسان اس سے مبرا نہیں۔ حتیٰ کہ تمام انبیاء جو خدا تعالیٰ کی نظر میں برگزیدہ اور پسندیدہ ٹھہرے اور خود اس کے نور سے منور ہو کر لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے وہ بھی اس موروثی گناہ میں ملوث تھے۔ اس کی تائید میں بائبل کی وہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ

السلام حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے صریحاً گناہ میں ملوث ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ان کے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام بوجہ آدم کی نسل سے ہونے کے معصوم عن الخطاء نہ تھے البتہ یسوع مسیح چونکہ بن باپ پیدا ہوئے تھے چنانچہ صرف وہی اس قابل تھے کہ دوسروں کے گناہوں کا کفارہ اپنی قربانی کے ذریعہ دے سکیں۔اگر غور کیا جائے تو یہ عقیدہ اور نظریہ انتہائی خطرناک اور بھیانک ہے۔اس سے خدا تعالیٰ کی ذات پر حرف آتا ہے کہ اس نے تو یہ وعدہ دیا تھا کہ انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا جیسا کہ دنیا کی پیدائش کے بعد بائبل یہ بیان کرتی ہے:

''اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔نرو ناری ان کو پیدا کیا۔'' (پیدائش ۱،۲۷)

اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں تخلیقی نقص ہے اس صورت میں وہ کس طرح خدا کی صورت کہلا سکتا ہے۔بائبل خود بیان کرتی ہے کہ آدم اور حوا دونوں شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے کہ وہ نسل در نسل ان کی اولاد میں موجود رہا۔حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لئے جو انبیاء مبعوث کئے گئے وہ خود گناہوں میں ملوث تھے۔واضح ہو کہ جو خود اندھا ہے وہ کس طرح دوسروں کو سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے جو خود گناہ میں آلودہ ہے وہ بگڑے ہوؤں کو کس طرح پاک اور نیک بنا سکتا ہے۔

لیکن طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے ناقص انسان کی تخلیق کیسے خدائے قادر کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے۔پھر اس صورت میں کیونکر انسان جزاء سزا کا مکلف قرار دیا جا سکتا ہے۔کیونکہ جب گناہ کا عنصر اسے ورثہ میں ملا ہے تو وہ کس طرح اس سے بچ سکتا ہے۔اگر کسی صانع کی تخلیق میں بنیادی نقص موجود ہے تو اس سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ جزوی یا کلی طور پر اس سے مبرا ہو۔یہ تو وہی بات ہے ۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

اس کے مقابل قرآن مجید نے اس نظریہ کی شدت سے مخالفت کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

(سورہ التین آیت ۵)

یعنی ہم نے انسان کو بہترین ارتقائی حالت میں پیدا کیا ہے۔ البتہ اسے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے اچھا یا برا راستہ خود اختیار کرے۔ اس بناء پر وہ جزاء سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ کہف میں فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ

(الکہف آیت ۳۰)

کہد ے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کردے۔

گویا قرآن مجید واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ انسانی تخلیق میں کوئی نقص نہیں وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے ایک صاف اور شفاف فطرت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ اسے اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے اچھے یا برے راستہ کا خود انتخاب کرے۔

اس لحاظ سے اب یہ اس پر موقوف ہے کہ وہ ایمان کی راہ پر چل کر بہتر راستے کا انتخاب کرے یا پھر شیطانی دھوکے میں آ کر غلط راستے پر چل پڑے۔ یہی امر قرین قیاس اور عقل کے عین مطابق ہے۔

پولوس کا موروثی گناہ کے متعلق نظریہ اس کے اختراعی دماغ کا نتیجہ ہے، ورنہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اور سابقہ انبیاء نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ ان سب نے لوگوں کو شرعی احکام کی اصل روح اور مغز کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی تلقین کی لیکن اس کے بالکل برعکس پولوس نے رومیوں اور یونانیوں کی سہولت کے لئے یہ پیغام دیا کہ ان کو شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کے ترک کرنے سے وہ گناہ گار نہیں ہونگے جیسا کہ اسرائیلی عیسائی کہتے تھے کہ صرف یسوع مسیح پر

ایمان لانے سے وہ ''ایمان کی شریعت'' کے نتیجہ میں پاک ہوجائیں گے بلکہ جو گناہ آدم کے وقت سے ورثہ میں چلا آرہا تھا، اس کے بداثرات بھی ختم ہوجائیں گے۔ بے دین لوگوں کے لئے یہ پیغام انتہائی خوش آئند ثابت ہوا اور یہ تعلیم سہل اور دلکش نظر آئی۔ اس کے لئے ان کو کسی محنت اور قربانی کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں ''پولوسی مسیحیت'' ان بے دین اقوام کے رواج کے مطابق بدلتی چلی گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی خرابی کا ذکر یوں فرمایا ہے:

يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۞

(سورہ توبہ آیت 30)

یعنی یہودی اور عیسائی ان لوگوں کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو غارت کرے۔

بجائے اس کے کہ یہ ان اقوام کو عیسائیت کی اصل تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے۔ اس کے برعکس انہوں نے عیسائیت کو ان کے رسوم و رواج کے مطابق ڈھال دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''کہ خدا تعالیٰ ان کو غارت کرے''

گویا ان اقوام کے لئے بالآخر تباہی مقدر ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک کے ساتھ یہ شرک، خدا تعالیٰ کے انتہائی غیظ و غضب کا موجب ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پولوس کی پیدا کردہ ان خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انجام کار پولوس اپنے خیالات میں یہاں تک بڑھا کہ ایک نیا مذہب قائم کیا اور توریت کی پیروی سے اپنی جماعت کو بکلی علیحدہ کر دیا اور تعلیم دی کہ مسیحی مذہب میں مسیح کے کفارہ کے بعد شریعت کی ضرورت نہیں اور خون مسیح گناہوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ توریت کی پیروی ضروری نہیں۔''

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۵۶)

حضرت حکیم نورالدین ؓ خلیفۃ المسیح الاوّل دین نصاریٰ کے ایجاد کردہ اسی موروثی گناہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

'' غور کرو اوّل آدم کے گناہ سے اولاد کو گنہگار کرنا بظاہر خدا کی قدوسیت اور عدل اور رحم کے خلاف ہے اور یہی صفات کاملہ ہیں (یہ کلمہ خصم کے مسلمات پر ہے)۔ دوئم معلوم ہوتا ہے حضرت کو مغفرت کی کوئی تدبیر نہ سوجھی اور آپ کی غیر محدود طاقت نے اتنا بھی نہ کر دکھلایا۔ عدل کو قائم رکھ کر رحم کو پورا کرتے عیسائیوں کے خدا نے اپنی ذات پاک کو ملعون کیا اور قدوسیت سے دور پھینکا، جیسے گناہوں سے پاک تھے ویسے ہی عیسائیوں کے گناہوں سے آلودہ ہوئے، پھر بھی رحم پورا نہ ہوا کیونکہ خدا کا ملعون ہونا، مصلوب ہونا حسب اعتقاد نصاریٰ اس لئے تھا کہ گناہگار نجات بھی پاوے اور عدل بھی قائم رہے۔''

(فصل الخطاب جلد اوّل صفحہ 32)

پولوس اور غیر اقوام

''سب اقوام'' اور ''غیر اقوام'' کون تھیں؟

حضرت مسیح علیہ السلام نے عہد نامہ جدید میں ''سب اقوام'' اور ''غیر اقوام'' کی اصطلاح متعدد جگہ استعمال فرمائی ہے۔ان دونوں کا مفہوم ایک نہیں بلکہ الگ الگ تھا۔جب آپ نے ''سب اقوام یا قوموں'' کا ذکر کیا تو اس سے مراد بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے جو اقوام بھی کہلاتے تھے۔جب ''غیر اقوام یا قوموں'' کا استعمال کیا تو اس سے مراد غیر اسرائیلی یعنی GENTILES تھے۔آجکل عیسائی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ عیسائیت تمام دنیا کے لئے تھی۔ان دونوں اصطلاحوں کو ایک ہی نسبت سے بیان کرتے ہیں۔حالانکہ یہ ہرگز صحیح نہیں۔دونوں میں بڑا واضح فرق ہے۔''سب اقوام'' سے مراد صرف اسرائیلی اقوام ہیں اور ''غیر اقوام'' سے مراد غیر اسرائیلی اقوام ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین میں مبعوث ہوئے تو اس وقت وہاں صرف دو اسرائیلی قبیلے تھے۔باقی دس قبائل کو چھٹی صدی قبل مسیح بابل کے بادشاہ نبوکدنضر نے فلسطین سے نکال دیا تھا اور وہ مختلف قریبی ملکوں میں پھیل گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے ان دس قبائل کو دس گمشدہ قبائل (Ten Lost Tribes of Israel) بھی کہا جاتا تھا۔خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انہیں ''بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں'' کہا ہے اور اپنا مشن صرف ان کے لئے بیان کیا۔جب ایک کنعانی عورت نے آپ سے رحم کی اپیل کی تو آپ نے فرمایا کہ:

> ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا''۔ (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کبھی کسی غیر اسرائیلی شخص کو مخاطب نہیں کیا اور اپنا پیغام

صرف اسرائیلی اقوام کو دیا۔ اگر کسی غیر اسرائیلی نے کبھی آپ سے استفادہ کی کوشش کی تو آپ نے اس سے مکمل احتراز کیا بلکہ جھڑک دیا۔ اسی طرح آپ نے اپنے حواریوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہدایت فرمائی۔ آپ نے جب پہلا تبلیغی مشن شمعون یعنی پطرس کی سرکردگی میں بھجوایا تو سب سے پہلی ہدایت نہایت واضح الفاظ میں یہ دی:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔''

(متی باب ۶ آیت ۵۔۱۰)

اس ہدایت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے ''غیر قوموں'' کی خود تشریح کردی جیسے سامری لوگ یہ غیر اسرائیلی لوگ تھے اور بنی اسرائیل کے افراد کو ''کھوئی ہوئی بھیڑیں'' اس لئے کہا کیونکہ وہ فلسطین سے نکل کر قریبی مشرقی ممالک میں چلے گئے اور پھر دوسروں کے ساتھ گھل مل گئے تھے اور ان علاقوں کی دیگر غیر اقوام کے ساتھ رہائش پذیر تھے ان کو تلاش کر کے ان تک پیغام پہنچانے کی ہدایت دی گئی۔

''غیر اقوام'' کے برعکس جب ''سب اقوام'' کہا گیا تو اس سے مراد بنی اسرائیل کی سب اقوام تھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

''پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ۔'' (متی باب ۱۹ آیت ۲۸)

''ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔''

(مرقس باب ۱۱ آیت ۱۳)

''سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اس کے نام سے کی جائے گی۔'' (لوقا باب ۲۴ آیت ۴۸)

ان تمام مقامات پر ''سب قوموں'' سے مراد اسرائیلی اقوام تھیں اور دنیا کی باقی اقوام ہرگز مراد نہ تھیں۔ کیونکہ یہی حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن تھا۔ ''سب قوموں'' اور ''غیر قوموں'' کے اس فرق کو

لوقا نے ''مختونوں'' اور'' نامختونوں'' کے الفاظ میں بھی بیان کیا ہے۔اسرائیل کی ''سب اقوام'' مختون تھیں۔اس کے برعکس ''غیر اقوام'' نامختون تھے۔وہ کسی شریعت کو نہ جانتے تھے۔چنانچہ لوقا نے لکھا ہے:

''اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے سنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کیا۔جب پطرس یروشلم میں آیا تو مختون اس سے بحث کرنے لگے کہ تو نا مختونوں کے پاس گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔''

(اعمال باب۱۱ آیت ۴۔۱)

واضح ہے کہ یہاں ''مختون'' سے مراد اسرائیلی مسیحی ہیں اور ''نامختون'' سے مراد غیر اسرائیلی لوگ ہیں۔اسرائیلی مسیحی حضرت مسیح علیہ السلام کے طرز عمل اور اقوال سے یہی یقین رکھتے تھے کہ ان کا مشن صرف اسرائیل کی ''سب اقوام'' کے لئے تھا اور ہرگز ''غیر اقوام'' کے لئے نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ خود پولوس بھی شروع میں اپنی تعلیم صرف اسرائیلیوں تک ہی محدود رکھتا تھا۔لوقا نے اس کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔لیکن جب یہودیوں نے اس پیغام کی مخالفت کی اور اس کے مقابلہ پر غیر اقوام کے لوگ اس پیغام کو قبول کرنے پر آمادہ نظر آئے تو پولوس نے جوابی یا انتقامی کاروائی کے طور ان کو دھمکی دی۔اس کا ذکر کرتے ہوئے لوقا نے بیان کیا ہے کہ:

''دوسرے سبت کو سارا شہر خدا کا کلام سننے کو اکٹھا ہوا۔مگر یہودی اتنی بھیڑ دیکھ کر حسد سے بھر گئے اور کفر بکنے لگے۔پولوس اور برنباس دلیر ہو کر کہنے لگے کہ ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے۔لیکن چونکہ تم اس کو رد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے نا قابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ خداوند نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ میں نے تجھے غیر قوموں کیلئے نور مقرر کیا ہے تاکہ تو زمین کی انتہا تک نجات کا باعث ہو۔غیر قوم والے یہ سن کر خوش ہوئے اور خدا کے کلام کی بڑائی کرنے لگے۔'' (اعمال باب ۱۳ آیت ۴۴۔۴۸)

لوقا کی اس تحریر کے پڑھنے سے یہی تاثر ابھرتا ہے کہ پولوس باقی حواریوں کی طرح یہی سمجھتا تھا کہ یہ پیغام یہودیوں کے لئے ہے مگر یہودیوں کے مخالفانہ رویہ سے تنگ آ کر اور غیر قوموں کے موافقانہ رویہ کو دیکھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ غیر قوموں میں تبلیغ کی جائے۔لیکن سوال یہ ہے کہ یہودیوں کی طرف سے یہ مخالفت کوئی نئی نہ تھی بلکہ ان کا رویہ حضرت مسیح علیہ السلام کے خلاف اس سے بدتر تھا۔اس مخالفت کے نتیجہ میں انہوں نے ان کو صلیب پر چڑھانے کے لئے اصرار کیا لیکن انہوں نے اپنے مشن میں کوئی تبدیلی نہ کی۔حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں بھی غیر اقوام آپ سے استفادہ کی خواہاں تھیں۔خود تو آپ نے اپنے رویہ میں کوئی لچک پیدا نہ کی،لیکن چند سال بعد پولوس کو اس کی مشکلات کو دیکھ کر اسے غیر اقوام کا نور مقرر کر دیا۔کسی بھی زاویہ سے اسے دیکھا جائے اس کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔واضح ہے کہ یہ پولوس اور اس کے چند ساتھیوں کا اپنا فیصلہ تھا۔اس کے حق میں حضرت مسیح علیہ السلام کی کوئی نظریاتی یا عملی موافقت نظر نہیں آتی۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر پولوس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مکاشفہ کے ذریعہ اسے ''غیر اقوام کا نور'' مقرر کر دیا تھا۔تو پھر یہودی مخالفت کرتے یا نہ کرتے۔پولوس کو اپنا مشن شروع کر دینا چاہیے تھا لیکن پہلے تو وہ مکاشفہ کے بعد تین سال تک غائب ہو گیا۔پھر جب یروشلم گیا تو وہاں اپنی ''رسالت'' کا ذکر تک نہیں کیا اور پھر صرف اس وجہ سے کہ یہودی مخالفت کرتے تھے اور غیر یہودی قبول کرنے کے لئے مائل تھے اس لئے پولوس نے ان کو پیغام دینا شروع کر دیا۔اس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کا یہ فیصلہ محض حالات کے پیش نظر تھا۔

لوقا نے پولوس کو اپنا موقف حالات دیکھ کر بدلنے کے متعلق ایک اور جگہ بھی بیان کیا ہے۔گویا یہودیوں کی شدید مخالفت دیکھ کر پولوس نے غیر اقوام کی طرف جانے کے لئے یہ بہانہ پیش کیا:

> ''اس نے اپنے کپڑے جھاڑ کر ان سے کہا؛ تمہارا خون تمہاری گردن پر۔میں پاک ہوں،اب سے غیر قوموں کے پاس جاؤں گا۔''

(اعمال باب۶ آیت ۱۸)

''اب سے'' کے الفاظ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پولوس نے غیر اقوام میں تبلیغ کا کام خداوند یسوع مسیح کے ارشاد کی بناء پر شروع نہ کیا تھا بلکہ محض یہودیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر کیا تھا۔ اگر پولوس کو یہ کام خدا کی طرف سے سپرد کیا گیا تھا تو پھر یہود کی مخالفت یا نہ مخالفت سے کچھ فرق نہیں پڑنا چاہئے تھا۔ جبکہ خود حضرت یسوع مسیح نے اپنی زندگی میں اس مخالفت کی پرواہ نہ کی اور صلیب پر چڑھ گئے۔ اس تناظر میں پولوس کی اس تبدیلی کا ہرگز کوئی جواز نہیں بنتا۔ اگر بقول پولوس اسے غیر اقوام کی طرف جانے کا فریضہ یسوع مسیح کی طرف سے سپرد ہوا تھا تو پھر وہ کیوں کئی سال تک اس حکم کے ماننے سے رُکا رہا؟ پولوس اور اس کے شاگرد لوقا نے اتنا لمبا عرصہ تک تعطل کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ بلکہ صرف یہ بیان کیا ہے کہ وہ ابتداء میں صرف اسرائیلیوں کو ہی تبلیغ کرتا تھا۔ لیکن جب ان کی مخالفت حد سے بڑھ گئی تو جواباً اس نے غیر اسرائیلیوں کی طرف رخ کیا۔ اگر اسے درست مانا جائے تو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ رسولوں کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہوگا کہ خدائی فریضہ کے بعد اس حکم کی تعمیل سے رکے رہیں یا غیر معمولی تاخیر کریں۔ ہمیشہ خدا کے سچے رسول خدائی حکم کی تعمیل میں اسی وقت مصروف ہو جاتے ہیں اور اس میں تاخیر کو معصیت گردانتے ہیں۔ یہی فرق ایک سچے اور خود ساختہ رسول میں ہوتا ہے۔

پولوس اور شرعی احکام

حضرت مسیح علیہ السلام کا شرعی احکام یعنی توریت کے متعلق بڑا واضح اور کھلا موقف تھا جسے متی نے یوں بیان کیا ہے:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو چھوڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو کوئی ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔'' (متی باب ۵ آیت ۱۷۔۲۰)

اناجیل اس پر گواہ ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام شرعی احکام کی ہمیشہ پابندی کی البتہ بعض شرعی احکام کے متعلق جہاں فقیہوں اور فریسیوں میں ناواجب سختی اور خشکی پائی جاتی تھی اور شارع کے صحیح مقصد تک پہنچنے کی بجائے صرف لفظی اتباع پر زور تھا، اس کی آپ نے اصلاح فرمائی اور شریعت کے احکام کی روح اور مغز کی پیروی پر زور دیا۔ آپ نے متعدد شرعی احکام کے متعلق وضاحت ضرور فرمائی لیکن کسی شرعی حکم کو کبھی منسوخ نہیں کیا۔ لیکن پولوس نے جب حضرت مسیح علیہ السلام کے بنیادی حکم کے خلاف غیر اقوام کا رخ کیا اور اپنے کشف کی بناء پر ''غیر اقوام کا رسول'' کا عہدہ اختیار کیا تو اس میں اس کو سب سے بڑی روک بعض شرعی احکام کی پابندی نظر آئی اور اس کے اختراعی مزاج نے اس کا یہی حل نکالا کہ شریعت کو ہی ختم کر دیا جائے تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر اقوام شریعت کے تابع نہ تھیں اس لئے شرعی احکام کی پابندی سے نابلد تھیں۔ ان کو ختنہ کرنا یا کھانے پینے کی اشیاء میں حلال وحرام کی تمیز قطعی طور پر معلوم نہ تھی۔ پولوس نے یہ محسوس کیا کہ اگر شرعی احکام کو ان پر لاگو کیا گیا تو وہ سب بدک جائیں گے اس لئے اس نے ان کے لئے شرعی احکام کی نہ صرف پابندی ہی ختم کر دی بلکہ شریعت کو لعنت قرار دے دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولوس کو کس نے یہ حق دیا کہ وہ کام جس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے نہ کیا وہ اس کو منسوخ کر دے جبکہ انہوں نے خود بھی شرعی احکام کی پابندی کی اور اپنے ماننے والوں سے بھی کروائی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ چند سال بعد خود ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک معاند عیسائیت کو منتخب کر کے اس سارے کام کو منسوخ کر دیا۔ اگر دیکھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے جب ایک غلط قدم اٹھایا تو پھر اس غلط راستہ پر اس کے قدم اُٹھتے چلے گئے اور اس دھن میں کہ کسی طرح غیر اقوام کو اپنی خود ساختہ عیسائیت کا قائل کر لیا جائے اس کے لئے اس نے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کیا۔ وہ خود کہتا ہے کہ:

> ''میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے میں شریعت کا ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خود شریعت کا ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تا کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں تا کہ کسی طرح بعض کو بچاؤں اور میں سب کچھ انجیل کی خاطر کرتا ہوں تا کہ اوروں کے ساتھ اس میں شریک ہوؤں۔''

(کرنتھیوں باب ۹ آیت ۲۴۔۲۰)

اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ پولوس مرغ بادنما تھا جو ہوا کے رخ کے ساتھ اپنا رخ بدلتا جاتا تھا۔ اس لئے جہاں ''غیر اقوام'' میں اسے کوئی مشکل پیش آئی۔ حالات کے تحت اس کا حل نکالتا رہا۔ اس نے محض رومی اقوام کے لئے بعض وقتی مشکلات کا حل نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن بعد میں عیسائیوں کو

پولوس کی تجویز کردہ یہ آزادی اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے احکام اور مسلک کو چھوڑ کر پولوسی مسلک کو اختیار کرلیا۔ کیونکہ اس میں عمل کی بجائے صرف زبانی ایمان پر زور ہے اور عیسائیوں کے لئے یسوع مسیح کی قربانی کے بعد کسی قربانی کی ضرورت نہیں۔ پولوس نے شرعی احکام کا کیسے تیاپانچہ کیا ہے اس کا کچھ اندازہ اس کے شرعی احکام کے متعلق ان اقوال سے ہوتا ہے۔

شریعت لعنت ہے

''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''

(گلتسیوں باب ۱۴ آیت ۱۳۔۳)

مسیح پر ایمان کافی ہے

''آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ یسوع پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود بھی یسوع مسیح پر ایمان لائے تاکہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے۔ کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا۔'' (گلتسیوں باب ۲ آیت ۱۶)

اسی طرح رومیوں کے خط میں لکھا ہے:

''ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے..... پس کیا ہم شریعت کو ایمان سے باطل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ شریعت کو قائم رکھتے ہیں۔'' (رومیوں باب ۳ آیت ۳۱۔۲۸)

پولوس کی یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف شریعت کے احکام کے خلاف لکھتا ہے اور صرف ایمان کو کافی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اسے یہ بھی احساس ہے کہ شریعت کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے

اس کے لئے وہ ایمان کو بھی شریعت بیان کرتا ہے۔ گویا پولوس لفظی ہیر پھیر سے ہر دو فریق یعنی یہودیوں اور غیر اسرائیلیوں کو تسلی دینے کی کوشش کرتا ہے۔

اصل امر وہی ہے جسے قرآن مجید نے ہر جگہ اٰمَنُوْا کے ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کو جوڑ کر بیان کیا ہے۔ یعنی صرف ایمان کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ اس کا حقیقی اظہار اعمال صالحہ کے بجالانے سے ہوتا ہے۔

اگر غور کیا جائے کہ آخر شریعت کیا ہے؟ شریعت کا عام اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ خالق حقیقی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور ان کی رہنمائی اور آسانی کے لئے احکام دیئے ہیں انہی احکام میں سے بعض اوامر ہیں اور بعض نواہی ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ جیسے کوئی بانی اپنی بنائی ہوئی چیز کے استعمال کے متعلق بعض ہدایات دیتا ہے۔ اگر ان ہدایات کو لعنت قرار دے دیا جائے تو وہ چیز وہ مقصد پورا نہیں کر سکے گی جس کے لئے وہ بنائی گئی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ خالق حقیقی نے اس کے تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے شرعی احکام دیئے ہیں۔ ان کی پابندی سے ہی انسان اخلاقی اور روحانی منازل طے کر سکتا ہے۔ ان کو ''لعنت'' قرار دینا خود ہی اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود اور ان سے پہلے آنے والے تمام رسولوں نے ہمیشہ اعمال کی بجا آوری پر زور دیا ہے۔ اس لحاظ سے عیسائیوں کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ جب یسوع مسیح نے خود شرعی احکام کی پابندی کی حتیٰ کہ ان کا ختنہ بھی شریعت کے مطابق ہوا۔ پھر انہوں نے اپنے تمام حواریوں کو شریعت کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے پر بار بار توجہ دلائی تو پھر پولوس کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ غیر اقوام کی مشکل کے پیش نظر ان شرعی احکام کو یکسر ختم کر دے اور شریعت کے متعلق بے سروپا باتیں بیان کرے اور مسیح پر ایمان کو ایمان کی شریعت کا نام دے کر باقی سب احکام کو موقوف کر دے۔ (رومیوں باب ۳ آیت ۳۱-۲۱)

پولوس کو ہرگز اندازہ نہ تھا کہ اس کے خطوط مقدس تحریرات کا درجہ پا جائیں گے۔ اس نے تو

صرف اپنے خطوط میں غیر اقوام کی وقتی مشکلات کا حل تجویز کیا تھا۔لیکن عیسائیوں کو پولوس کی تجویز کردہ یہ آزادی زیادہ پسند آئی اور خدائی احکام اور مسیحی احکام کو چھوڑ کر صرف مسیح پر ایمان کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھنے لگے۔ حالانکہ جناب یعقوب حواری نے اپنے خط میں ایمان کے لئے عمل کے لئے شدت سے تلقین کی ہے۔

شریعت کے متعلق پولوس نے ایک یہ امر بھی بیان کیا کہ:

''شریعت کے نتیجہ میں ہم خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے۔'' (رومیوں باب ۴ آیت ۱۵)

پولوس کا یہ عجب فلسفہ ہے کہ اگر شرعی احکام کو نہ مانا جائے تو عدول حکمی کی زد میں آنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذاب کے سزاوار ٹھہرتے ہیں لیکن اگر شریعت ہی نہ ہو تو نہ حکم عدولی ہوگی اور نہ ہی سزا ملے گی۔اگر اسے دنیوی نظر سے دیکھا جائے کہ اگر ملک میں قانون نافذ ہوگا تو کوئی اس کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ اس کی سزا پائے گا لیکن اگر ملک میں قانون نافذ نہ ہو تو نہ قانون شکنی ہوگی اور نہ ہی سزا کا سوال پیدا ہوگا۔واضح ہے کہ دنیوی نظام حکومت میں یہ لاقانونیت ملک کی تباہی کا موجب ہوگی تو کیا یہی حال روحانی دنیا میں نہ ہوگا۔یہ امر حیران کن ہے کہ دنیوی امور میں تیز نگاہ رکھنے والے لوگ دینی لحاظ سے بالکل کورے ہیں۔وہ پولوس کے اس نامعقول فلسفہ کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ سراہتے ہیں۔

پولوس اور "ایمان کی شریعت"

پولوس نے موسوی شریعت کو لعنت قرار دے کر رومیوں اور یونانیوں کو اپنی وضع کردہ عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے لئے کئی طریق اختیار کئے۔اس بارہ میں اسرائیلی مسیحیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کی روشنی میں یہ موقف تھا کہ غیر اقوام میں سے جو عیسائیت قبول کرنا چاہتے ہیں ان کو موسوی شریعت پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ورنہ وہ بدستور گناہ گار ہونگے۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ پولوس کے لئے یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔اگر وہ مسیحیوں کے مطالبہ کو مانتا تو غیر اسرائیلی ہاتھ سے جاتے اور اگر غیر اسرائیلیوں کا ساتھ دیتا ہے تو مسیحی اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔مگر پولوس یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح دونوں فریق کو راضی کرے۔خاص طور پر وہ غیر اسرائیلیوں کو ہر حالت میں مطمئن کر کے اس نئے مذہب میں رکھنا چاہتا تھا۔

اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے اسرائیلیوں کے مقابلہ میں غیر اسرائیلیوں کی طرف سے بہت پذیرائی ملی تھی۔وہ خود بھی اپنے آپ کو"غیر قوموں کا رسول"ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔

طبیعت کی شریعت

غیر اقوام بنی اسرائیل کے برعکس مشرک اور بد مذہب تھیں۔ان میں متعدد مشرکانہ رسوم پائی جاتی تھیں ان کو حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ تھی۔اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ پولوس ان کو حلقہ بگوش مسیحیت کرنا چاہتا تھا۔تو لازمی طور پر ان کو توحید اور موسوی شریعت کے احکام کے تابع لانا ضروری تھا۔لیکن پولوس نے بجائے اس کے یہ آسان طریق اختیار کیا کہ موسوی شریعت کو ہی لعنت قرار دے دیا اور ان اقوام کی مشرکانہ رسوم ورواج کو"طبعی شریعت"کا درجہ دے دیا اور ان کو یہ لکھا:

"کیونکہ شریعت کے سننے والے خدا کے نزدیک راستباز نہیں ہوتے بلکہ شریعت

پر عمل کرنے والے راستباز ٹھہرائے جائیں گے۔اس لئے کہ جب وہ قومیں جو شریعت نہیں رکھتیں، اپنی طبیعت سے شریعت کے کام کرتی ہیں تو باوجود شریعت نہ رکھنے کے وہ اپنے لئے خود ایک شریعت ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی شریعت کی باتیں اپنے دلوں پر لکھی ہوئی دکھاتی ہیں۔" (رومیوں باب ۲ آیت ۱۵۔۱۳)

پولوس کی اس تحریر سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی تبلیغ کا کیا معیار تھا۔اگر معاشرہ کے ہر رطب و یابس کو شریعت کا درجہ دے دیا جائے اور اسے راستبازی گردانا جائے تو پھر وہی صورت ہے ۔ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

ایمان کی شریعت

دوسری اصطلاح جو پولوس نے رومیوں کے نام اپنے خط میں استعمال کی ہے وہ "ایمان کی شریعت " ہے۔یعنی بجائے موسوی شریعت کے اب "عیسوی شریعت" ہے جو یسوع مسیح پر ایمان لانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔اس نئی شریعت کے لئے بھی کسی قربانی اور مجاہدہ کی ضرورت نہیں بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے کے نتیجہ میں نہ صرف موجودہ گناہ ختم ہوجاتے ہیں بلکہ موروثی گناہ جو بنی آدم کو ابتدائے آفرینش سے لاحق ہیں اس کا بھی کفارہ ہوجاتا ہے۔اس دلچسپ "ایمان کی شریعت" کی تفصیل پولوس نے یوں بیان کی ہے:

"شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اس کے حضور راستباز نہیں ٹھہریگا۔اس لئے کہ شریعت کے وسیلہ سے تو گناہ کی پہچان ہی ہوتی ہے مگر اب شریعت کے بغیر خدا کی ایک راستبازی ظاہر ہوتی ہے جس کی گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوتی ہے۔یعنی خدا کی وہ راستبازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ کچھ فرق نہیں۔اسلئے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں مگر اس کے فضل کے سبب سے اس مخلصی کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے

مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہوتا کہ جو گناہ پیشتر ہو چکے تھے اور جن سے خدا نے تحمل کر کے طرح دی تھی ان کے بارے میں وہ اپنی راستبازی ظاہر کرے۔ بلکہ اسی وقت اسکی راستبازی ظاہر ہو تا کہ وہ خود بھی عادل رہے۔اور جو یسوع پر ایمان لائے اس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔ پس فخر کہاں رہا؟ اس کی گنجائش ہی نہیں۔کون سی شریعت کے سبب سے؟ کیا اعمال کی شریعت سے؟نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سے۔ چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے۔کیا خدا صرف یہودیوں ہی کا ہے غیر قوموں کا نہیں؟ بے شک غیر قوموں کا بھی ہے۔کیونکہ ایک ہی خدا ہے جو مختونوں کو بھی ایمان سے اور نامختونوں کو بھی ایمان ہی کے وسیلہ سے راستباز ٹھہرائے گا۔ پس کیا ہم شریعت کو ایمان سے باطل کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ شریعت کو قائم کرتے ہیں۔''

(رومیوں باب ۳ آیت ۳۱۔۱۹)

اسی طرح گلتیوں کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے:

''آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود بھی یسوع مسیح پر ایمان لائے تا کہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے۔'' (گلتیوں باب ۲ آیت ۱۶)

ان حوالجات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ پولوس کس طرح فلسفیانہ رنگ میں موسوی شریعت کے عوض یسوع مسیح پر ایمان لانے کو ایک شریعت قرار دیتا ہے اور اسے ''ایمان کی شریعت'' کا نام دیتا ہے۔اس ایمانی شریعت کو ماننے والے اعمال کے بغیر مفت میں راستباز شمار ہونگے اور اس کے لئے ان کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑے گا۔ گویا۔

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

پھر پولوس حضرت داؤد کا ایک قول نقل کر کے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہے۔لکھتا ہے:

''مبارک وہ شخص ہے جس کے گناہ خداوند محسوب نہ کرے گا۔پس کیا یہ مبارکبادی مختونوں ہی کے لئے ہے یا نامختونوں کے لئے بھی؟ کیونکہ اگر شریعت والے ہی وارث ہوں تو ایمان بے فائدہ رہا اور وعدہ لا حاصل ٹھہرا۔کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں عدول حکمی بھی نہیں۔اسی واسطے وہ میراث ایمان سے ملتی ہے تا کہ فضل کے طور پر ہو اور وہ وعدہ کل نسل کے لئے قائم رہے۔نہ صرف اس نسل کے لئے جو شریعت والی ہے بلکہ اس کے لئے بھی جو ابراہام کی مانند ایمان والی ہے۔وہی ہم سب کا باپ ہے۔'' (رومیوں باب ۴ آیت ۸۔۱۶)

گویا پولوس رومیوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ محض اس طرح سے کہ وہ یسوع مسیح پر ایمان لے آئیں گے تو خدا تعالیٰ ان کا کوئی گناہ محسوب نہیں کرے گا اور اس لحاظ سے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

شریعت سے آزادی

پولوس نے موسوی شریعت سے آزادی کے موضوع کو کئی رنگ میں اپنے خطوط میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں مسیح کے کفارہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''پس اب جو یسوع مسیح میں ہیں ان پر سزا کا حکم نہیں۔کیونکہ زندگی کے روح کی شریعت نے مسیح یسوع نے مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا۔اس لئے کہ جو کام شریعت جسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وہ خدا نے کیا یعنی اس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلود جسم کی صورت میں اور گناہ کی قربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا تا کہ شریعت کا تقاضا ہم میں پورا ہو جو جسم کے مطابق نہیں بلکہ روح کے مطابق چلتے ہیں۔'' (رومیوں ۴۔۱،۸)

اسی طرح گلتیوں کو لکھا:

''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''

(گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳)

پولوس کے خطوط پڑھ کر یہ اندازہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ اسے مسیح سے غیر معمولی محبت تھی یا انتہائی عداوت تھی۔ کیونکہ ایک طرف تو اسے ''خدا کا بیٹا'' اور ''پیارا'' بیان کرے اور دوسری طرف اسے لعنتی، جہنمی اور شیطان بنا دے۔

یہ کون سی محبت کا انداز ہو سکتا ہے کہ افراط اور تفریط اور انتہائی متضاد صفات بیان کی جائیں۔ یہ امر ہر صحیح الفطرت انسان کی سمجھ سے بالا ہے۔

پولوس اور ابراہیمی سنت ’ختنہ‘

ختنہ کی رسم یہود میں صدیوں سے رائج تھی کیونکہ اسے انکے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی تمام نسل کے لئے بطور عہد کے باندھا تھا۔لیکن پولوس نے جب حضرت مسیح علیہ السلام کی واضح ہدایات کے برخلاف غیر اقوام میں تبلیغ کا کام شروع کیا تو اسے اس میں کامیابی حاصل ہوئی اور کثرت سے لوگ نئے دین میں شامل ہونے لگے۔لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے لئے ان کو ختنہ کے عمل سے گزرنا پڑے گا تو وہ بدک گئے اور وہ واپس ہونے لگے۔

ختنہ کی رسم اصولی طور پر نومولود بچوں کے لئے تھی لیکن یہودی علماء بائبل کے مطابق اسے بالغ اور بوڑھے لوگوں کے لئے بھی ضروری سمجھتے تھے اور مسیحی بننے کے لئے ابتدائی اور لازمی فریضہ گردانتے تھے۔ یہ امر چونکہ ان لوگوں کے لئے ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ اس لئے غیر قوم میں سے داخل ہونے والے ڈر گئے۔ دین میں داخل ہونے کے لئے یہ شرط ان کو قبول نہ تھی۔ پولوس نے اس مشکل کا یہ حل نکالا کہ شرعی احکام کو لعنت قرار دے دیا؛ اس کے نزدیک اصل چیز ایمان تھی اور ظاہری عوامل کی ضرورت نہیں۔ جسمانی ختنہ کی بجائے صرف روحانی ختنہ کافی ہے۔ اس نے رومیوں کو لکھا:

’’ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔‘‘

(رومیوں باب ۲ آیت ۲۹)

لیکن اس طرح پولوس نے اس ابدی عہد کو توڑ دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اپنی تمام نسل کے لئے باندھا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق بائبل میں یوں لکھا ہے:

''تب خدا نے ابراہام سے کہا؛تو میرے عہد کو ضرور ماننا اور تیرے اور تیری نسل پشت در پشت اسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے اور تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے یہ ہے کہ تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔تم اپنا اپنا ختنہ کرالو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔پشت در پشت تم میں سے ہر لڑکے کا جو آٹھ دن کا ہو ختنہ کیا جائے۔ان کا ختنہ لازمی طور پر کیا جائے۔میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا۔اور اگر کوئی نامختون اپنا ختنہ نہیں کرواتا تو وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا ہے۔'' (پیدائش باب ۱۷ آیت ۹۔۱۴)

یہود میں ختنہ کی رسم اس عہد کی بناء پر رائج ہے اور اسرائیلی خاندان میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے آٹھویں دن اس کا ختنہ کیا جاتا ہے۔اس رسم کے مطابق خود حضرت مسیح علیہ السلام کا ختنہ ہوا۔لوقا بیان کرتا ہے:

''جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔جو فرشتہ نے اس کے پیٹ میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا۔''

(لوقا باب ۲ آیت ۲۱)

پولوس خود بھی اصلاً اسرائیلی تھا۔وہ خود اپنے ختنہ کا ذکر کرتا ہے:

'' آٹھویں دن میرا ختنہ ہوا۔ اسرائیل کی قوم اور بن یامین کے قبیلہ کا ہوں۔عبرانیوں کا عبرانی شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں۔''

(فلپیوں باب ۳ آیت ۵)

جب حضرت مسیح علیہ السلام کی اپنی سنت ختنہ کے متعلق موجود تھی اور انہوں نے شریعت کے تمام احکام پر خود عمل کیا اور دوسروں کو اس کی تلقین کی تو پھر پولوس کے لئے کیا جواز تھا کہ وہ ان تمام شرعی احکام کو اس لئے ختم کردے کہ ''غیر اقوام'' کے لئے ان پر عمل کرنا مشکل تھا۔

لوقا نے اعمال میں ختنہ کی رسم کی تنسیخ کے متعلق کچھ عوامل اور پس منظر بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''وہاں (یعنی انطاکیہ) پہنچ کر انہوں نے کلیسیاء کو جمع کیا اور ان کے سامنے بیان کیا کہ خدا نے ہماری معرفت کیا کچھ کہا اور یہ کہ اس نے غیر قوموں کے لئے ایمان کا دروازہ کھول دیا اور وہ شاگردوں کے پاس مدت تک رہے۔''

(اعمال باب ۱۴ آیت ۲۷۔۲۸)

پولوس کے انطاکیہ کے قیام کے دوران جب کلیسیاء میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ غیر اقوام کے لوگ مسیحیت قبول کر رہے ہیں تو اسرائیلی مسیحیوں نے یہ سوال اٹھایا کہ بائبل کے بیان کردہ حکم کے مطابق ان کا ختنہ ہونا چاہیے۔ اس بارہ میں کئی دنوں تک باہمی بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر یہ فیصلہ طے پایا کہ اس بارہ میں یروشلم سے استصواب کیا جائے۔ چنانچہ لوقا لکھتا ہے:

''پھر بعض لوگ یہودیہ سے آ کر بھائیوں (یعنی غیر اقوام سے عیسائیت قبول کرنے والوں۔ناقل) کو تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہوا۔ تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ پس جب پولوس اور برنباس کی ان سے بہت تکرار اور بحث ہوئی تو کلیسیاء نے یہ ٹھہرایا کہ پولوس اور برنباس اور ان میں سے چند اور شخص اس مقدمہ کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلم جائیں۔ پس کلیسیاء نے ان کو روانہ کیا اور وہ غیر قوموں کے رجوع لانے کا بیان کرتے ہوئے فینیکے اور سامریہ سے گذرے اور سب بھائیوں کو خوش کرتے گئے۔''

(اعمال باب ۱۵ آیت ۱۔۳)

لوقا نے اس کے بعد یروشلم میں اس وفد کے استقبال کا ذکر کیا۔ لیکن وہاں بھی فریسی مسیحی بزرگوں کا موقف تھا کہ غیر قوم سے مسیحیت قبول کرنے والے افراد کو ختنہ ضرور کرانا ہوگا۔

(اعمال باب ۱۵ آیت ۴۔۵)

اس باہمی مباحثہ کا ذکر کرتے ہوئے لوقا نے جو بیان کیا ہے وہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ لوقا نے یہ تاثر دیا ہے کہ پطرس اور یعقوب دونوں نے پولوس اور اس کے ساتھیوں کے حق میں فیصلہ دیا۔ چنانچہ لوقا بیان کرتا ہے:

''پس رسول اور بزرگ اس بات پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر ان سب سے کہا کہ ''اے بھائیو! تم جانتے ہو کہ بہت عرصہ ہوا جب خدا نے تم لوگوں میں سے مجھے چنا کہ غیر قومیں میری زبان سے خوشخبری کا کلام سن کر ایمان لائیں اور ایمان کے وسیلہ سے ان کے دل پاک کر کے ہم میں اور ان میں کچھ فرق نہ رکھا۔ پس اب تم شاگردوں (مراد نئے عیسائیت قبول کرنے والے۔ناقل) کی گردن پر ایسا جوا رکھ کر نہ جس کو ہمارے باپ دادا اٹھا سکتے تھے نہ ہم۔ خدا کو کیوں آزماتے ہو۔'' (اعمال باب ۱۵ آیت ۷۔۱۰)

یہاں پر لوقا نے پطرس کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے دبے الفاظ میں ختنہ کی رسم کو ایسا فرض قرار دیا جو پہلے لوگوں کے لئے بھی بہت مشکل تھا اور اب غیر قوموں سے نئے آنے والے لوگوں کے لئے بالکل ناقابل برداشت بوجھ ہے اسلئے اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔

اس کے بعد لوقا نے یعقوب حواری کے متعلق بھی یہی بیان کیا ہے کہ انہوں نے بھی پطرس کے موقف کی تائید کی ہے اور غیر قوموں کے لئے ختنہ اور حلال و حرام اشیاء کے متعلق خصوصی مراعات کا اعلان کیا۔ لوقا لکھتا ہے:

''یعقوب کہنے لگا کہ اے بھائیو میری سنو! شمعون (پطرس۔ناقل) نے بیان کیا ہے کہ خدا نے پہلے پہل غیر قوموں پر کس طرح توجہ کی تا کہ ان میں سے اپنے نام کی ایک امت بنائے۔ پس میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو غیر قوموں میں سے خدا کیطرف رجوع ہوتے ہیں ان کو تکلیف نہ دیں (مراد ختنہ کا تکلیف دہ عمل۔ناقل) مگر ان کو لکھ بھیجیں کہ بتوں کی مکروہات اور حرام کاری اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور لہو سے پرہیز

کریں۔''　　　　　(اعمال باب ۱۵ آیت ۱۳۔۲۱)

بقول لوقا یروشلم میں کلیسیاء کے بزرگوں نے نہ صرف پولوس کے حق میں فیصلہ دیا بلکہ اس کی معیت میں ایک وفد جن میں یہودا اور سیلاس شامل تھے انطاکیہ کیلئے ایک خط لکھ کر بھیجا اور انہوں نے زبانی بھی یہ اعلان کیا:

''ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلہ گھونٹے ہوئے جانوروں سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے۔ والسلام۔ پس وہ رخصت ہو کر انطاکیہ پہنچے اور جماعت کو اکٹھا کر کے خط دے دیا۔ وہ پڑھ کر اس کے تسلی بخش مضمون سے خوش ہوئے۔''

(اعمال باب ۱۵ آیت ۲۸۔۲۹)

گویا جو وفد یروشلم میں کلیسیاء کے بزرگان پطرس اور یعقوب سے ختنہ کے نزاعی مسئلہ کا استصواب کرنے گیا تھا۔ بقول لوقا انہوں نے پولوس کی رائے کی حمایت کی۔ لوقا کے متعلق ہم پہلے تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ وہ اسرائیلی نہیں تھا، بلکہ غیر قوم سے تھا اور پولوس کا شاگرد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی انجیل اور اپنی کتاب ''اعمال'' میں پولوس کے نظریات کی حمایت کی ہے۔

اس تناظر میں اگر اوپر کے تمام بیان کا جائزہ لیا جائے تو وہ صرف یکطرفہ ہے۔ ان واقعات کا اور کوئی راوی نہیں۔ عیسائیوں کیلئے مجبوری یہ ہے کہ چونکہ ان تحریرات کو الہامی اور مقدس مانتے ہیں۔ اس لئے وہ ان کو درست تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ مگر لوقا کے اس بیان کا جائزہ لینے کی صرف ایک صورت ہے کہ کیا اس بیان کی تائید پطرس اور یعقوب کی دیگر تحریرات سے ہوتی ہے۔ عہد نامہ جدید میں پطرس کے دو خط شامل ہیں اور یعقوب کا ایک خط ہے۔ ان خطوط سے ہرگز ان خیالات کی تصدیق نہیں ہوتی جو لوقا نے ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اس کے برعکس ان کا مضمون پولوس خیالات کی تردید کرتا ہے۔ پطرس نے اپنے خط کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

''پطرس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا رسول ہے۔ ان مسافروں کے نام جو پنطس،گلتیہ ،کپدکیہ،آسیہ اور بھنیہ میں جا بجا رہتے ہیں۔''

(پطرس باب ا آیت ا)

پطرس نے اپنے خط میں صرف ان اسرائیلی مسیحیوں کو مخاطب کیا ہے جو ایشیائے کوچک کے مختلف مقامات پر رہتے تھے ان کو مسافر اس لئے کہا گیا کیونکہ ان کو اپنے اصلی مقام فلسطین سے نکال دیا گیا تھا اور وہ ہجرت کر کے مختلف مقامات میں پھیل گئے تھے اور تاریخ میں ان کو DIASPORA کہا جاتا تھا۔ بائبیل کے تمام مفسرین اس کو مانتے ہیں کہ پطرس نے ان مخصوص لوگوں کو مخاطب کیا تھا۔اس سے پہلے ہم یعقوب حواری کے سلسلے میں لکھ آئے ہیں کہ انہوں نے اپنے خط میں صرف اسرائیل کے بارہ قبائل کو مخاطب کیا تھا۔

اب پطرس نے بھی اپنے خط میں صرف مختلف جگہوں پر رہنے والے اسرائیلی مسیحیوں کو مخاطب کیا ہے۔اگر وہ یہ سمجھتے کہ عیسائیت کا پیغام سب اقوام عالم بشمول غیر اقوام تھا تو ان کو اپنے خط میں کسی مخصوص طبقہ کو ہرگز مخاطب نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ واضح طور پر سب کو مخاطب کرنا چاہیئے تھا۔عہد نامہ جدید میں پطرس کے اس خط کی موجودگی صاف طور پر ثابت کرتی ہے کہ یہ ابتدائی بزرگ عیسائیت کے پیغام کو صرف اسرائیلیوں کے لئے سمجھتے تھے اس کے برعکس لوقا کا یہ تاثر دینا کہ پطرس اور یعقوب ''غیر اقوام'' کو حلقہ بگوش عیسائیت کرنے کے حق میں تھے اور ان کو مراعات بھی دینا چاہتے تھے،قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہے۔

اسی طرح پطرس نے اپنے خط میں بعض جھوٹے استادوں سے بھی خبردار کیا ہے۔لکھا ہے:

''اور جس طرح اس امت میں جھوٹے نبی بھی تھے اسی طرح تم میں جھوٹے استاد بھی ہونگے۔جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور اس مالک کا انکار کریں گے جس نے انہیں مول لیا تھا۔''

(پطرس باب ۲ آیت ۱۔۲)

پطرس نے جن جھوٹے استادوں سے خبر دار کیا تھا وہ پولوس اور اس کے ہمنوا ہی تھے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے واضح مسلک کے خلاف بدعتیں نکالیں۔ باقی لوقا نے جو یعقوب حواری کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ انہوں نے غیر اقوام کو ختنہ سے مبرا قرار دیا اور کھانے پینے کی چیزوں میں بہت سی مراعات کا اعلان کر دیا تھا۔ ہم ''پولوس اور یعقوب حواری'' کے حصہ میں واضح طور پر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی پولوسی خیالات کی تائید نہیں کی یعقوب کے اپنے خط میں بڑے واضح موقف کی موجودگی میں لوقا کا اس کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے پولوس کے موقف کی تائید کی تھی ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔

بالغ مردوں کا ختنہ

ضمنی طور پر اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ختنہ کا حکم صرف نومولود بچوں کے لئے ہے یا بالغ مردوں کے لئے بھی ہے؟ ختنہ کے متعلق بنیادی بات جو بائبل میں بیان کی گئی ہے:

> ''میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے یہ ہے کے تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ پشت در پشت تم میں سے ہر لڑکے کا جو آٹھ دن کا ہو ختنہ کیا جائے۔''

(پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۰۔۱۱)

گو یا ختنہ کا اصل حکم صرف نومولود لڑکوں کے متعلق ہے۔ بالغ مردوں کے لئے نہیں۔ لیکن بائبل کے اس متعلقہ حصہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں بالغ مردوں کا بھی ختنہ کیا گیا۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نوے سال کی عمر میں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کے خاندان کے دیگر لڑکوں اور مردوں کا بلوغت کی عمر میں ختنہ کیا گیا۔ اس بناء پر جب غیر اقوام کے لوگ عیسائیت میں داخل ہوئے تو ان سے اسرائیلی عیسائی ختنہ کا مطالبہ کرنے لگے۔ نومولود بچہ کا ختنہ کوئی زیادہ تکلیف دہ عمل نہیں اور زخم جلدی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن بالغ مرد کا ختنہ کافی تکلیف دہ ہے اور

زخم جلد ٹھیک بھی نہیں ہوتا۔ نیز یہ امر شرم و حیا کے بھی منافی معلوم ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت ابراہیمی کے مطابق نومولود بچوں کے لئے ختنہ کو ضروری قرار دیا۔ لیکن کسی غیر مختون مرد کے مسلمان ہونے پر اس کا ختنہ کرنے کی کوئی روایت موجود نہیں۔

باقی جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے اور اپنے افراد خانہ کے ختنہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اور اپنے خاندان کے بالغ افراد کا ختنہ اس لئے کیا تا کہ عملی طور پر دوسروں کے لئے مثال قائم کی جائے کیونکہ ختنہ کی رسم کا آغاز آپ کے عہد میں ہوا۔ ورنہ اصل حکم صرف نومولود بچوں کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ماننے والے اس طریق پر عمل پیرا ہیں اور اسلامی تاریخ میں کسی بالغ شخص کے ختنہ کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی۔

❁

پولوس کے بعض خودساختہ احکام

جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں پولوس نے یہودی شریعت میں بیان کردہ شرعی احکام خاص طور پر ختنہ اور کھانے پینے کے متعلق غیر اقوام کے نام اپنے خطوط میں بہت کچھ تحریر کیا ہے اور ان لوگوں کو صرف برائے نام مسیحی قائم رکھنے کے لئے شریعت کو لعنت قرار دیا ہے اور صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے کو نجات کا ذریعہ قرار دیا۔لیکن یہ بات پولوس بھی بخوبی جانتا تھا کہ محض ایمان بغیر عمل کے کچھ نہیں۔ایمان کے عملی تقاضے ہیں جن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

پولوس نے بعض شرعی احکام کے متعلق مخالفانہ طریق اس لئے اختیار کیا۔کیونکہ ''غیر اقوام'' کے لئے ان پر عمل مشکل تھا۔لیکن کیا جن احکام پر عمل مشکل ہو یا اس کے لئے تکلیف برداشت کرنی پڑے ان کو ترک کر دینا چاہیئے اور جو آسان ہوں ان کو اختیار کر لینا چاہیئے؟ اصل بات یہ ہے کہ قربانی کرنا دین کا ایک لازمی جزو ہے۔کوئی دین بغیر قربانی کے خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں۔لیکن پولوس نے اس شوق میں کہ رومی اقوام کو حلقہ بگوش عیسائیت کیا جائے اس کے لئے جہاں ان کے لئے دینی احکام پر عمل کرنا مشکل نظر آیا اسے سرے سے ہی ختم کر دیا اور جن شرعی احکام کی تعمیل میں روک نظر آئی۔وہاں اس نے یہی طریق اختیار کیا۔کیونکہ اس کا اپنی تبلیغی مہم میں یہی طریقہ کار تھا۔اس نے خود بیان کیا ہے:

> ''اگر خوشخبری سناؤں تو میرا کچھ فخر نہیں کیونکہ یہ تو میرے لئے ضروری بات ہے۔ بلکہ مجھ پر افسوس ہے۔اگر خوشخبری نہ سناؤں۔اگر چہ میں سب لوگوں سے آزاد ہوں پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سب کا غلام بنا دیا تاکہ اور بھی زیادہ لوگوں کو کھینچ لاؤں۔میں سب یہودیوں کیلئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔جو لوگ

شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خود شریعت کا ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں۔(اگر چہ خدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا۔ بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا) کمزوروں کے لئے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں۔ تا کہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں اور میں سب کچھ انجیل کی خاطر کرتا ہوں۔ تا کہ کسی طرح بعض کو بچاؤں۔''

(کرنتھیوں باب ۹ آیت ۱۶۔ ۲۳)

پولوس کی اس مداھنتی اور مصالحتی پالیسی کی وجہ سے اسے غیر اقوام میں کافی کامیابی حاصل ہوئی۔ پولوس کی جس انجیل یا خوشخبری کو لوگوں نے مانا، اس کے لئے ان کو عملی طور پر کوئی قربانی نہ کرنا پڑتی تھی۔ ان کو اپنے اصل حالت میں رہتے ہوئے صرف نام تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ ان کے بچوں کے لئے ختنہ کی معمولی قربانی بھی ختم کر دی گئی۔ کھانے پینے کے متعلق حلال وحرام کی تمیز کی ضرورت نہ تھی۔ حتیٰ کہ رومن ایمپائر میں بد مذہب اقوام میں جو رسومات اور تہوار تھے وہ ایسٹر اور کرسمس کے ناموں سے تبدیل کر لئے گئے۔ غرض ان لوگوں کو دین کے لئے کسی طرح کی قربانی کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ خود مسیحی مذہب کو ان کے لئے قربان کر دیا گیا۔ اگر پولوس کے غیر اقوام کے نام خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو اس نے شریعت کے خلاف متعدد باتیں مختلف رنگ میں بیان کی ہیں۔ جن میں سے ایک بڑی دلیل اس نے یہ دی ہے کہ خود یہودی جو اپنے آپ کو شریعت پر عمل کرنے والا فخر سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی اپنی عملی زندگی اس سے عاری ہے۔ اس نے بار بار یہودیوں کو یہ طعنہ دیا ہے کہ شریعت کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے ان کو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ وہ شریعت کے دیگر احکام کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے۔ رومیوں کے نام اپنے خط میں وہ یہودیوں کے علماء کے متعلق لکھتا ہے:

''پس اگر تو یہودی کہلاتا ہے۔ اور شریعت پر تکیہ کرتا اور خدا پر فخر کرتا ہے۔ پس جو تو اوروں کو سکھاتا ہے، اپنے آپ کو کیوں نہیں سکھاتا؟ تو جو وعظ کرتا ہے کہ چوری نہ

کرنا۔اب خود چوری کیوں کرتا ہے؟ تو جو کہتا ہے کہ زنا نہ کرنا۔اب خود کیوں زنا کرتا ہے؟ تو جو بتوں سے نفرت رکھتا ہے۔خود کیوں معذوروں کو لوٹتا ہے؟ تو جو شریعت پر فخر کرتا ہے۔شریعت کے عدول سے خدا کی کیوں بے عزتی کرتا ہے۔''

(رومیوں باب ۲ آیت ۱۷۔۲۲)

گویا پولوس شریعت کے احکام کو لعنت قرار دینے کا یہ جواز پیش کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس کے ماننے والوں میں اور خاص طور پر ان کے مذہبی راہنماؤں میں کوئی عملی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔اس وجہ سے صرف مسیح پر ایمان کافی ہے اور شریعت کے اعمال بے فائدہ ہیں۔اس بناء وہ کہتا ہے:

''یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔'' (رومیوں باب ۳ آیت ۲۹)

پولوس نے اپنی اس عجیب منطق کے ذریعے ''غیر اقوام'' کو یہ تسلی دی کہ انہیں بعض شریعت کے احکام کے متعلق ہرگز کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اصل چیز ایمان ہے۔وہ لکھتا ہے:

''اگر شریعت والے ہی وارث ہوں تو ایمان بے فائدہ رہا اور وعدہ لا حاصل ٹھہرا۔ کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں حکم عدولی بھی نہیں۔ اسی واسطے وہ میراث ایمان سے ملتی ہے۔''

(رومیوں باب ۴ آیت ۱۴۔۱۵)

پولوس کے خطوط کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس نے مختلف انداز میں شریعت اور شریعت والوں کے خلاف نہایت سخت الفاظ میں محض اس لئے تحریر کیا ہے تا کہ ان بد مذہب لوگوں کو یقین دلایا جائے کہ ان کو شریعت کے بعض احکام کی وجہ سے بد دل نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ شریعت پر عمل کرنے والوں کا اپنا نمونہ قابل اعتراض ہے۔درحقیقت شریعت کے خلاف اگرچہ اس نے عمومی رنگ میں اعتراض کیا ہے۔لیکن اگر پورے پس منظر میں دیکھا جائے۔تو اس کی مراد تمام شریعت کے احکام قابل اعتراض نہ تھے۔صرف ختنہ کی رسم اور کھانے پینے کی اشیاء میں حلال اور حرام کی تمیز کو ختم کرنا تھا۔کیونکہ ''غیر اقوام'' ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھیں۔ورنہ پولوس نے جا بجا ان

اقوام کو بعض اعمال کی تلقین کی ہے اور بعض احکام بھی دیئے ہیں۔اگر صرف ایمان کافی تھا تو پھر ان اعمال و احکام کی کیا ضرورت تھی۔گویا پولوس کے فلسفہ کے لحاظ سے جہاں شریعت کے احکام پرعمل مشکل تھا۔اور خاص طور پر ''غیر اقوام'' ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھیں وہاں شریعت لعنت اور زحمت تھی اور شریعت کے عمومی احکام جو انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے ضروری تھے وہاں شریعت رحمت تھی۔

اگر رومیوں کے ابواب ۱۵۔۱۲ کا مطالعہ کریں تو وہاں پولوس نے کئی ہدایات دی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ پولوس کا شریعت کو ہدف ملامت ٹھہرانا صرف غیر اقوام کے ردعمل کی وجہ سے تھا۔ورنہ تورات کی اخلاقی تعلیم کے متعلق اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔یہی امر ایک سچے اور جھوٹے رسول میں ہوتا ہے۔سچا رسول کبھی بھی مداھنت کا طریق اختیار نہیں کرتا۔وہ لوگوں کیلئے اپنی شریعت کو نہیں بدلتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کی خواہشات کے مطابق احکام بدلنے کیلئے تیار نہ تھے۔ اسی طرح سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن مجید میں بیان کرتا ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝

(سورہ القلم آیت ۱۰)

کہ قریش مکہ یہ چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی کچھ باتیں مان لیں تو پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی باتیں مان لیں گے لیکن کسی سچے مامور نے اس طریق کو کبھی اختیار نہیں کیا۔اس سے پولوس کی رسالت کے متعلق دعویٰ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔اگر وہ سچا رسول ہوتا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس کام کے لئے منتخب کیا ہوتا تو وہ کبھی بھی ''غیر اقوام'' کے شریعت کو قبول نہ کرنے کے دباؤ میں آکر شرعی احکام کو ختم کرنے کے لئے تیار نہ ہوجاتا۔اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ احکام قابل عمل تھے اور چند سال قبل خود حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کی توثیق کی تھی تو یکدم ان کی تنسیخ کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔

عیسائیوں کے لئے قابل غور امر یہ ہے کہ اگر شرعی اعمال بے فائدہ ہیں اور صرف ایمان ہی انسان کی نجات کیلئے کافی ہے تو پھر پولوس نے کیوں خود بعض احکام وضع کئے ۔ پھر اگر ان احکام کا جائزہ لیا جائے تو خود عیسائی ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ وہ انتہائی طور پر مضحکہ خیز ہیں ۔ یہاں پر ہم اس کے وضع کردہ بعض احکام درج کرتے ہیں اور قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا وہ قابل عمل ہیں ۔

شادی کے متعلق احکام

بائیبل ایک طرف تو یہ تصور پیش کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کی پسلی سے حوا کو بنایا تا کہ وہ جوڑے کے طور پر زندگی بسر کریں ۔لیکن اس کے برعکس پولوس نے اپنے تابعین کو شادی بیاہ سے گریز کرنے کے لئے ہدایت کی ہے ۔ اس نے خود بھی ساری عمر شادی نہ کی اور اسی کی تلقین وہ دوسروں کو بھی کرتا ہے ۔اس سلسلہ میں وہ لکھتا ہے :

''میری رائے میں آدمی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسا ہے ویسا ہی رہے ۔اگر تیری بیوی ہے تو اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کر اور اگر تیری بیوی نہیں تو بیوی کی تلاش نہ کر۔'' (کرنتھیوں باب ۷ آیت ۲۶ ۔ ۲۸)

اسی طرح اپنی کنواری لڑکیوں کے متعلق بھی یہی مشورہ دیتا ہے کہ اگر وہ بے بیاہی رکھی جائیں تو بہتر ہے ۔

''مگر جو اپنے دل میں پختہ ہو اور اس کی کچھ ضرورت نہ ہو بلکہ اپنے ارادہ کے انجام دینے پر قادر ہو اور دل میں قصد کر لیا ہو کہ میں اپنی لڑکی کو بے نکاح رکھوں گا وہ اچھا کرتا ہے ۔پس جو اپنی کنواری لڑکی کو بیاہ دیتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں بیاہتا وہ اور بھی اچھا کرتا ہے ۔''

(کرنتھیوں باب ۷ آیت ۳۷ ۔ ۳۸)

پولوس کی شادی کے متعلق اصولی رائے یہی ہے کہ مرد اور عورت بغیر شادی کے رہیں تو بہتر ہے۔اگرچہ اس نے شادی کی بھی اجازت دی ہے مگر بہتر طریق یہی تجویز کیا ہے کہ بغیر شادی کے رہنا بہتر ہے۔ اب یہ تعلیم کہاں تک قابل عمل ہے۔ یہ ایک غیر فطرتی عمل ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں کئی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔اسی سے کلیسیاء میں یہ تصور پیدا ہوا کہ عورتیں بغیر شادی کے خدمت کریں اور مرد بھی راہب رہیں۔لیکن کلیسیاء کی تاریخ اور خاص طور پر موجودہ دور میں کتنے سکینڈل منظر عام پر آئے ہیں۔ پولوس کی انہی تعلیمات کی بناء پر خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے چرچ میں جنسی بے راہ روی کا اصل ذمہ دار پولوس کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کی ان غیر فطری تعلیمات کی وجہ سے یہ سب خرابیاں پیدا ہوئیں۔

عورت اور مرد برابر نہیں

پولوس نے مرد اور عورت کے متعلق کئی باتیں تحریر کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک عورت مرد کی محکوم ہے۔وہ لکھتا ہے:

> ''مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی۔ پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔''

(کرنتھیوں باب ۱۱ آیت ۹۔۱۰)

پولوس کے اس عجیب فلسفہ کو سمجھنے کیلئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالہ کا سیاق و سباق بھی درج کر دیا جائے تاکہ قارئین اندازہ کرسکیں کہ پولوس نے عورت کا کیا مقام بیان کیا ہے۔کیا یہی عورت کا مرد کے برابر یا اس سے بلند مقام ہے کہ جسے عیسائی فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں اور اسلام کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ پولوس کے نزدیک عورت نہایت ہی کم تر بلکہ اسے مرد کا ادنیٰ غلام قرار دیا گیا ہے۔نیز چرچ میں اس پر جو قیود عائد کی گئی ہیں کیا آج چرچ میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ پولوس اپنے خط کرنتھیوں نمبر ا میں لکھتا ہے:

''میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔ جو مرد سر ڈھکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے اور جو عورت بے سر ڈھکے دعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر منڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے۔ اسلئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کیلئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ تم آپ ہی انصاف کرو کیا عورت کا بے سر ڈھکے خدا سے دعا کرنا مناسب ہے۔ کیا تم کو طبعی طور پر معلوم نہیں کہ اگر مرد لمبے بال رکھے تو اس کی بے حرمتی ہے اور اگر عورت کے لمبے بال ہوں تو اس کی زینت ہے کیونکہ بال اسے پردہ کے لئے دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر کوئی حجتی نکلے تو یہ جان لے کہ نہ ہمارا ایسا دستور ہے، نہ خداوند کی کلیساؤں کا۔''

(کرنتھیوں باب ۱۱ آیت ۳۔ ۱۶)

یہاں پر پولوس نے عورتوں کو نہایت ہی تحقیر انگیز طور پر ''سر منڈی'' اور ''حجتی'' وغیرہ القابات دئے ہیں اور عورتوں کو مردوں کے لئے محکوم اور غلام مخلوق قرار دیا ہے۔ کیا موجودہ چرچ میں یہ ہمت ہے کہ عورتوں کے متعلق پولوس کے ان خیالات کی تشہیر کر سکے، نیز کیا عیسائی عورتیں اپنے لئے یہ مقام قبول کر سکتی ہیں؟

کلیسیاء میں عورتیں خاموش رہیں

کلیسیاء میں عورتوں کے متعلق پولوس یہ ہدایت دیتا ہے:

''عورتیں کلیسیاء کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ ان کو بولنے کا حق نہیں بلکہ تابع رہیں جیسا توریت میں بھی لکھا ہے اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے اپنے شوہر

سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسیاء کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔''

(کرنتھیوں باب ۱۵ آیت ۳۴۔۳۵)

پولوس کلیسیاء میں عورتوں کے خاموش رہنے کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ توریت کی بھی یہی تعلیم ہے۔ کیا توریت کی تعلیم اور شریعت میں کچھ فرق ہے؟ لیکن پولوس نے جہاں شریعت کے احکام کے متعلق کوئی مشکل پیش آئی تو شریعت کو لعنت قرار دے دیا اور جو حکم پسند آیا اس کے متعلق عمل کرنے کی ہدایت دے دی۔

اس مواد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولوس چرچ میں عورتوں کی حاضری کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اگر وہ چرچ میں آئیں تو ان کو وہاں بولنے کی اجازت نہیں۔ اگر ان کے دل میں کوئی سوال پیدا ہو یا کوئی مزید بات پوچھنا چاہیں تو وہ صرف اپنے گھر میں اپنے خاوند سے پوچھ سکتی ہیں لیکن چرچ میں ایسا نہیں کرسکتیں۔ کیا کسی چرچ میں کبھی اس ''الہامی تعلیم'' پر عمل ہوا ہے یا ہوسکتا ہے۔ نیز کیا پوپ یا کسی پادری نے چرچ میں عورتوں کے متعلق اس تعلیم پر عمل کروانے کیلئے کوشش کی ہے۔

ساؤل سے سینٹ پال تک

پولوس کا اصل نام ساول تھا۔آج عیسائی دنیا میں وہ ''سینٹ پال'' کے نام سے معروف ہے۔ اس کا خاندانی نام جو اس کی یہودی کمیونٹی میں عام طور پر استعمال ہوتا تھا وہ ساول ہی تھا۔ چونکہ اسے اپنے باپ کی طرف سے رومن شہریت بھی ملی ہوئی تھی اور وہ رومن اور یونانی زبانیں بول سکتا تھا۔اس لئے ان لوگوں کے لئے اس نے پولوس کا نام اختیار کر لیا تھا۔ وہ یہ دونوں نام موقع ومحل کے مطابق استعمال کرتا تھا تاکہ ان دو اقوام سے مفید مطلب استفادہ کیا جائے یہ اس کے مزاج کے عین مطابق تھا۔

پولوس کی ابتدائی زندگی کے حالات پردۂ غیب میں ہیں۔ مورخین کو اس کے وہی حالات معلوم ہیں جو لوقا نے اعمال میں تحریر کئے ہیں یا جو خود اس نے اپنے خطوط میں ضمنی طور پر ذکر کئے ہیں اس کے علاوہ اس کے دور کی کسی کتاب میں یا تاریخ میں قطعی طور پر کچھ ذکر نہیں ملتا۔ وہ اپنے دور کی کوئی ایسی معروف شخصیت نہ تھا جس کا علم لوگوں کو ہوتا۔ دی کولمبیا وائی کنگ ڈِسک انسائیکلو پیڈیا میں زیرعنوان پال لکھا ہے:

> "To trace the course of his life minutely is difficult. The chief source are the acts of the Apostles and the epistles attributed to Paul himself."

> ترجمہ:''پولوس کے حالات زندگی کا شروع سے معلوم کرنا انتہائی مشکل ہے۔اس کے حالات زندگی کا ماخذ صرف ''رسولوں کے اعمال'' اور اس کے وہ خطوط ہیں جو اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔''

عہد نامہ جدید میں جو مکاتیب پولوس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ان کے متعلق یہ یقین سے

نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سب پولوس کے تحریر کردہ ہیں۔ گویا یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ پولوس کے نام سے جو خطوط عہد نامہ جدید میں موجود ہیں وہ سب یقینی طور پر اس کے ہیں یا نہیں۔ بائبل کے مفسرین نے اس کے متعلق کئی شبہات کا اظہار کیا ہے۔ تاہم ان خطوط سے پولوس کے بعض حالات اور تبلیغی مساعی کا علم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اس نے رومن ایمپائر کے بدمذہب لوگوں کو اپنی خودساختہ عیسائیت کا قائل کرنے کی کوشش کی اور موسوی شریعت کو محض ان کی مشکلات کے پیش نظر لعنت قرار دے دیا۔

پولوس پیدائشی طور پر ایک یہودی مذہبی خاندان میں سے تھا۔ وہ خود اپنے متعلق اپنے خط فلپیوں میں بتاتا ہے:

''آٹھویں دن میرا ختنہ ہوا۔ اسرائیل کی قوم اور بنیمین قبیلہ کا ہوں۔ عبرانیوں کا عبرانی۔ شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں۔ جوش کے اعتبار سے کلیسا کو ستانے والا، شریعت کی راستبازی کے اعتبار سے بے عیب تھا۔ لیکن جتنی چیزیں میری نفع کی تھیں ان ہی کو میں نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھ لیا ہے۔''

(فلپیوں باب ۳ آیت ۵۔۷)

پولوس نے خطوط میں اور لوقا نے ''اعمال'' میں متواتر بیان کیا ہے کہ بوجہ کٹر یہودی ہونے کے وہ عیسائیوں کو ستانا موجب ثواب سمجھتا تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے:

''میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی اور خدا کی راہ میں ایسا سرگرم تھا جیسے تم آج کے دن ہو۔ چنانچہ میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قید خانہ میں ڈال ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۳۔۵)

پولوس نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک عیسائی جس کا نام سٹیفن تھا۔ اسے یہودیوں نے سنگسار

کر دیا اور اس واقعہ کا پولوس عینی گواہ تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے:

''پس ستفنس کو سنگسار کرتے رہے اور وہ یہ کہہ کر دعا کرتا رہا کہ اے خداوند یسوع میری روح کو قبول کر۔ پھر اس نے گھٹنے ٹیک کر بڑی آواز سے پکارا کہ خداوند! یہ گناہ ان کے ذمہ نہ لگا اور یہ کہہ کر سو گیا اور ساول اس کے قتل پر راضی تھا۔''

(اعمال باب ۷ آیت ۵۹۔۶۰)

پولوس کا دمشق کی طرف سفر

عیسائیوں کے خلاف اپنے اس جوش کی بناء پر پولوس نے دمشق جانے کا ارادہ کیا کیونکہ بعض عیسائی یہودیوں کی مخالفت اور بربریت سے تنگ آ کر رومن ایمپائر کے بعض علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ ان میں سے بعض دمشق کی طرف اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلے گئے تھے۔ ساول ان کا وہاں تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بقول اس کے سردار کاہن گیملی ایل کی اجازت سے وہ دمشق کی طرف اپنے ساتھیوں سمیت اس لئے روانہ ہوا کہ ان بھاگ کر جانے والے عیسائیوں کو واپس لائے اور پھر ان کو کیفر کردار تک پہنچائے لیکن بقول اس کے راستہ میں یسوع مسیح مکاشفاتی طور پر ظاہر ہوا اور اس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور یسوع مسیح نے اسے ''غیر اقوام کا رسول'' کا عظیم منصب عطا کر دیا۔ اس کشف اور اس کا تفصیلی جائزہ ہم ایک الگ باب میں تحریر کر چکے ہیں۔ لیکن پولوس کی اس ساری کہانی سے کئی سوال انسانی ذہن میں ابھرتے ہیں۔ یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر یسوع مسیح یہ چاہتے تھے کہ ان کا پیغام ساری دنیا میں پھیلے اور غیر اقوام بھی حلقہ بگوش عیسائیت ہوں تو کیوں انہوں نے اپنی زندگی میں اس ''مبارک کام'' کو خود شروع نہ کیا بلکہ کھلے طور اپنے متبعین کو اس سے منع کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس کام کے لئے بعد میں کسی کو مقرر کرنا چاہتے تھے جیسا کہ انہوں نے پولوس پر ظاہر ہو کر یہ کام اس کے سپرد کیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ اتنے بڑے کام کی اطلاع یسوع مسیح نے پولوس کو تو کر دی لیکن اپنے خلیفہ پطرس اور

اپنے بھائی یعقوب کو جو یروشلم میں ان کے بعد ان کے مشن کے سربراہ تھے، اس کی کوئی اطلاع نہ دی تاکہ کم از کم وہ پولوس کی مخالفت اور تردید نہ کرتے بلکہ ان میں باہمی تعاون ہوتا۔

پولوس نے خود بھی اپنے ساتھی لوقا کے ذریعہ اس مکاشفے کی تشہیر کی لیکن یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ اپنے اس ''عظیم منصب'' کی کھل کر اطلاع یروشلم میں کلیسیا کے سربراہ بزرگوں سے خود کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کہانی اتنے راز کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے کہ بے اختیار انسان کہہ اٹھتا ہے کہ ۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

لوقا وہ واحد شخص ہے کہ جس نے اپنی کتاب ''رسولوں کے اعمال'' میں پولوس کے کشف اور اس کے بعد دمشق میں پولوس کے عیسائیت کو قبول کرنے اور وہاں تبلیغ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ پھر دمشق سے وہ اپنی جان بچا کر یروشلم پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنے اس نئے منصب کا ذکر کسی سے نہیں کرتا بلکہ برنباس لوگوں سے اس کا تعارف کرواتا ہے۔ اگر واقعی پولوس کو یسوع مسیح نے ''غیر اقوام کا رسول'' مقرر کیا تھا تو پھر وہ کیوں اس کا ذکر خود نہیں کرتا۔ چنانچہ یروشلم میں پولوس کے قیام کے متعلق لوقا بیان کرتا ہے:

> ''اس نے یروشلم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔ مگر برنباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اس نے اس سے باتیں کی اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی۔''

(اعمال باب ۹ آیت ۲۶۔۲۷)

گویا یروشلم میں پولوس کا کردار مدعی سست گواہ چست والا تھا۔ اس نے ہرگز کسی سے اپنے دعویٰ کا ذکر نہ کیا۔ بلکہ برنباس نے اس کا سرسری تعارف کرانے کی کوشش کی۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس

نے بھی پولوس کی رسالت کا بالکل ذکر نہ کیا۔آخر اس اخفاء میں کیا مصلحت تھی؟ اگر پولوس نے واقعی 'دلیری' کےساتھ یسوع کے نام کی منادی کی تھی تو پھر فلسطین میں ایک عرصہ بعد جانے کے کیوں اس نے اپنے منصب کا اظہار دلیری سے نہ کیا بلکہ چھپتا پھرتا رہااور بالآخر اسے اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ پھر بقول لوقا وہ یروشلم سے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اپنی جان بچا کر قیصریہ چلا گیا اور پھر وہاں سے ترسس روانہ کر دیا گیا۔

''اعمال'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کی توجہ غیر اقوام میں تبلیغ کے لئے حادثاتی طور پر ہوئی۔ پولوس اپنے کشف کے بعد بھی دیگر حواریوں کی طرح پہلے صرف یہودیوں میں ہی تبلیغ کرتا تھا۔ چنانچہ دمشق میں قیام کے دوران بھی وہ صرف یہودیوں کو ہی تبلیغ کرتا رہااوران کی شدید مخالفت کے باعث یروشلم چلا گیااور پھر یروشلم سے رومن ایمپائر کے مختلف علاقوں میں گیا۔ وہاں بھی اس نے صرف اسرائیلی لوگوں کو مخاطب کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب انطاکیہ گیا تو وہاں اس نے یہودیوں کو یوں مخاطب کیا:

''اے اسرائیلیو اور اے خدا ترسو! اس وقت اسرائیل کے خدا نے ہمارے باپ دادا کو چن لیا۔'' (اعمال باب ۱۳ آیت ۱۷)

پولوس کے ان تبلیغی اقدامات میں یہودیوں کے علاوہ دیگر بد مذہب لوگ بھی شامل ہوئے تھے اور اس ''نئے مذہب'' میں دلچسپی لینے لگے۔ چنانچہ ایسے ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے لوقا لکھتا ہے:

''دوسرے سبت کو تقریباً سارا شہر خدا کا کلام سننے کو اکٹھا ہوا۔مگر یہودی اتنی بھیڑ دیکھ کر حسد سے بھر گئے اور پولوس کی باتوں کی مخالفت کرنے لگے۔ پولوس اور برنباس دلیر ہو کر کہنے لگے کہ ضروری تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے لیکن چونکہ تم اسے رد کرتے ہو اور اپنے رب کو ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔'' (اعمال باب ۱۳ آیت ۴۴۔۴۶)

غیر قوموں کی طرف توجہ کا نتیجہ بہت حوصلہ افزا تھا۔ یہ لوگ یہودیوں کی طرح مخالفت نہیں بلکہ موافقت کرنے لگے۔ لکھا ہے:

''غیر قوم والے یہ سن کر خوش ہوئے اور خدا کے کلام کی بڑائی کرنے لگے اور جتنے ہمیشہ کی زندگی کے لئے مقرر کئے گئے تھے ایمان لے آئے اور اس تمام علاقہ میں خدا کا کلام پھیل گیا۔'' (اعمال باب ۱۳ آیت ۴۴-۴۶)

یہودیوں کے مقابلہ میں غیر اقوام اور بد مذہب لوگوں نے پولوس کے اس نئے پیغام میں گہری دلچسپی لینی شروع کی اور بڑی تعداد میں لوگ عیسائیت قبول کرنے لگے۔ لیکن جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ اس مذہب کے کچھ شرعی تقاضے ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے مثلاً ان کو ختنہ کروانا ہوگا اور کھانے پینے کی اشیاء کے سلسلے میں بعض حرام چیزوں کا کھانا ترک کرنا ہوگا۔ اس وجہ سے وہ بدکنے لگے۔ پولوس کو جب اس کا علم ہوا تو بجائے اس کے کہ وہ ان کو شریعت کے احکام کی حکمت بیان کر کے قائل کرتا اس نے ان لوگوں کو قائم رکھنے کے لئے ان شرعی احکام کی پابندی کو ختم کر دیا اور شریعت کو لعنت قرار دے دیا۔

مختلف جگہ پر جو لوگ پولوس اور اس کے حواریوں کے ذریعہ حلقہ بگوش عیسائیت ہوئے، جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کو یہودی شریعت کے احکام پر عمل کرنا ہوگا وہ پسپا ہونے لگے۔ چونکہ پولوس کا از خود ان تمام مقامات پر جانا ممکن نہ تھا اس لئے اس نے خطوط کے ذریعہ ان کے خدشات کو دور کرنا شروع کیا۔ اس نے اپنے خطوط میں مختلف دلائل سے یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ اب ان کے لئے شرعی احکام کی بجائے صرف مسیح پر ایمان لانا کافی ہے۔ چنانچہ رومیوں کے نام اپنے خط میں لکھا:

''اب شریعت کے بغیر خدا کی ایک راستبازی ظاہر ہوئی ہے جس کی گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوئی ہے۔ یعنی خدا کی وہ راستبازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان لانے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ کچھ فرق نہیں۔''

(رومیوں باب ۳ آیت ۲۱-۲۲)

پولوس نے ان مختلف اقوام کو ان کے مختلف خدشات کے تدارک کے لئے خطوط تحریر کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ زیادہ تر یہ خطوط ان کو یہ تسلی دلانے کے لئے تھے کہ ان کا یسوع مسیح پر ایمان لانا کافی ہے اور باقی امور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ پولوس نے جس وقت اور جن حالات میں خطوط نویسی کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ ایک خاص پس منظر تھا۔ اس وقت اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ آئندہ زمانہ میں یہ خطوط مقدس یعنی Holy Scriptures کا درجہ حاصل کرلیں گے۔ اس نے تو مختلف اقوام کی بعض وقتی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بعد میں جب پولوسی عیسائیت پھیلنے لگی تو ان تمام خطوط کو اکٹھا کر کے محفوظ کرلیا گیا۔ اگرچہ بعض خطوط کے متعلق مورخین کو قطعی طور پر معلوم نہیں کہ وہ پولوس کے لکھے ہوئے ہیں تاہم یہ سب عہد نامہ جدید کا حصہ قرار دے دیے گئے۔

الغرض پولوس نے غیر اقوام کی مشکلات کے پیش نظر مداھنت کا جو طریق اختیار کیا تھا وہ صرف ختنہ اور کھانے پینے کی حلت وحرمت تک ہی محدود نہ رہا بلکہ ان اقوام میں جو رسوم اور تہوار رواج پذیر تھے۔ آہستہ آہستہ یسوع مسیح کے نام پر ان تمام رسوم ورواج کو ''بپتسمہ'' دے کر عیسائیت میں سمو لیا گیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح کے حقیقی ابن اللہ ہونے، تثلیث اور کفارہ وغیرہ کے سب عقائد اور ایسٹر اور کرسمس کے تہوار ان غیر اقوام کے پہلے سے موجود خیالات اور رسوم ورواج کے مطابق ڈھل گئے۔ اگر غور کیا جائے کہ ان غیر اقوام نے عیسائی بننے کے لئے ابتدائی عیسائیوں کی طرح کوئی قربانی نہیں دی بلکہ عیسائیت نے ان کو اپنانے کے لئے اپنی تمام اقدار کی قربانی دی۔

درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کے فلسطین سے ہجرت کے بعد یروشلم میں ان کے خلیفہ پطرس موجود تھے۔ ان کو ایک اور عظیم روحانی شخصیت یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائی حضرت یعقوب کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ جب تک یہ دونوں زندہ رہے مسیحی عیسائیت یروشلم اور اس کے نواح میں روبہ ترقی رہی۔ لیکن پطرس کی وفات کے بعد خلافت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور یروشلم میں کسی روحانی

امارت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہاں عیسائیت تنزل پذیر ہونا شروع ہوئی۔بعد میں جب روم میں پولوسی عیسائیت پھیلنا شروع ہوئی تو پوپ کی صدارت میں ایک مختلف قسم کی خلافت قائم ہوئی جو لوکل قیادت کے مطابق ڈھلتی چلی گئی۔اس پولوسی عیسائیت میں کوئی یکسانیت نہ تھی۔مختلف لوگوں کی فلسفیانہ من پسند تاویلات کی بناء پر مختلف گروہ پیدا ہو گئے۔اس وجہ سے تین صدی بعد جب شاہ روم کانسٹنٹائن نے عیسائیت قبول کی تو اس نے محسوس کیا کہ عیسائی عقائد میں شدید اختلافات تھے پھر ان میں باہمی تضادات کی بھرمار تھی۔اس بناء پر اس نے ان تمام گروہوں کے عمائدین کو اکٹھا کر کے کسی متفقہ عقائد کا فارمولا تجویز کرنے کا کام ان کے سپرد کیا۔

عیسائی دنیا میں یہ اہم کونسل CouncilNicaea کے نام سے معروف ہے لیکن یہ کونسل صرف روم میں مختلف عیسائی فرقوں کے لئے تھی۔اس میں یروشلم مشن کی ہرگز کوئی نمائندگی نہ تھی۔چونکہ یہاں عیسائیت پولوس اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے پھیلی تھی اس لئے پولوس نے غیر اقوام کی سہولت کے لئے جو عیسائیت کی تشریح کی تھی وہی سب عیسائیوں کی نمائندہ تشریح مان لی گئی۔جب کہ یہ سب کچھ اناجیل میں مسیح علیہ السلام کے اپنے عقائد اور فرمودات سے بالکل مختلف بلکہ متضاد تھا۔اناجیل میں ہرگز حضرت مسیح علیہ السلام کی ابنیت تثلیث اور کفارہ وغیرہ کا ذکر نہ تھا۔یہ سب عقائد روم کی بدمذہب اقوام میں کسی نہ کسی رنگ میں موجود تھے جنہیں رومی عیسائیت نے اپنا رنگ چڑھا کر پیش کر دیا۔ کیونکہ پولوس نے اس طریق سے ان علاقوں میں عیسائیت کا تعارف کرایا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب عیسائیت کی یہ تشریح تسلیم کر لی گئی تو پولوس کو بھی سینٹ کا مقام عطا کر دیا گیا۔

عیسائیت کا یہ عجب المیہ ہے کہ ساول جو ابتدائی طور پر ایک معاند عیسائیت تھا وہ اچانک اپنے ایک کشف کی بناء پر نہ صرف عیسائیت قبول کرتا ہے بلکہ فوری طور پر اسے ”غیر اقوام کا رسول“ کا عظیم منصب عطا کر دیا جاتا ہے۔یہ معمہ اپنی جگہ ہے کہ چند سال قبل تک یسوع مسیح بنفس نفیس یروشلم میں موجود تھے انہوں نے غیر اقوام کو ہرگز مخاطب نہ کیا۔پولوس آپ کا ہم عصر تھا۔لیکن آپ نے اپنی زندگی میں اس کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا۔

عیسائی دنیا کے لئے قابل غور امر یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ پولوس نے کیا کامیابی حاصل کی لیکن یہ کامیابی مسیحی تعلیمات کی نہ تھی بلکہ غیر اقوام کے ان عقائد کی تھی جن کو پولوس نے عیسائیت کے روپ میں پیش کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین اور مفسرین کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ موجودہ عیسائیت کا بانی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں یا پولوس ہے۔

چنانچہ مسٹر ولسٹن واکر (Williston Walker) نے اپنی کتاب A History of the Christian Church میں پولوس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"Was he the founder or the remaker of the Christian Theology?"

(شائع کردہ چارلس سکرابرز نیویارک مطبوعہ ۱۹۴۷ صفحہ ۳۰)

یعنی کیا پولوس عیسائیت کا بانی ہے یا وہ عیسائیت کے علم کلام کو از سر نو تشکیل دینے والا شخص ہے؟

ایک اعتراض کا جواب

یہاں پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اعتراض کا بھی ازالہ کر دیا جائے جو بعض لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ اگر عیسائیوں میں الوہیت مسیح کا عقیدہ پولوس نے رائج کیا تھا تو پھر قرآن مجید کا یہ بیان کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور یہ وضاحت پیش کریں گے کہ ان کی حین حیات یہ غلط عقیدہ عیسائیوں میں نہیں تھا۔ اگر ان کی وفات کے بعد آیا ہے تو اس کا ان کو علم نہیں۔ لیکن پولوس تو حضرت مسیح علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ بقول احمدیوں کے اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر کے علاقہ میں زندہ موجود تھے۔ اس لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ بیان کیسے درست ہوسکتا ہے؟

حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کے ساتھ یہ مکالمہ قرآن مجید میں سورۃ المائدہ کی آیات 116-117 میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں، کہ کیا انہوں نے

اپنی قوم کو خود اپنے آپ کو اور اپنی ماں کو معبود بنانے کی تعلیم دی تھی، حضرت مسیح علیہ السلام فرمائیں گے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ (المائدہ:۱۱۸)

یعنی میں نے ان کو وہی تعلیم دی جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ صرف خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ میں ان پر نگران تھا جب تک کہ میں ان میں موجود رہا۔لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان پر نگران تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا اس دنیا میں قیام کچھ عرصہ فلسطین میں اور بعد میں لمبا عرصہ کشمیر میں رہا۔یہی وہ علاقے تھے جہاں بنی اسرائیلی اقوام پائی جاتی تھیں۔ان دونوں علاقوں میں مسیحیوں میں ہرگز الوہیت یا ابنیت مسیح کا عقیدہ پیدا نہیں ہوا۔اس لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بیان بالکل درست ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے وہ اقوام خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل تھیں۔حضرت مسیح علیہ السلام کے فلسطین سے ہجرت کر جانے کے بعد ان کے خلیفہ پطرس اور ایک بھائی حضرت یعقوب حواری موجود تھے۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، انہوں نے پولوسی فتنہ کی مخالفت کی۔یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں یونی ٹیرین فرقہ ابھی تک موجود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پولوس حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمصر تھا۔لیکن وہ نہ تو حضرت مسیح کا حواری تھا اور نہ ہی کبھی ان سے ملا تھا۔اس نے اپنے ایک مکاشفہ کی بناء پر عیسائیت قبول کی اور یہ دعویٰ کیا کہ اسے حضرت مسیح نے غیر اقوام کیلئے رسول مقرر کیا۔اس بناء پر پولوس نے اپنا دائرہ کار از خود یونانی اور رومی اقوام تک ممتد کر لیا اور پھر اپنی اقوام کے عقائد کو عیسائیت کا جامہ پہنانے کی کوشش کی۔اس زمانہ میں باہمی رسل ورسائل کے ذرائع موجود نہ تھے۔ایسا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو پولوس کی مساعی کا علم ہو سکتا۔نیز تاریخی لحاظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ

پولوس کی یہ تعلیمات پہلی صدی عیسوی میں حتمی صورت اختیار کر گئی تھیں بلکہ تثلیث اور کفارہ وغیرہ عقائد ایک لمبے تدریجی عمل کے نتیجے میں کلیسا نے اختیار کئے۔ نیسیا کونسل جو 325ء میں شاہ روم کانشنطائن نے بلائی تھی، اس میں ان عقائد کو حتمی شکل دی گئی۔ اس لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بیان کہ ان کی زندگی میں یہ غلط عقائد پیدا نہیں ہوئے، درست اور صحیح ہے۔

❁

پولوس اور جوزف سمتھ

عیسائیت میں دو دعویداروں کا انجام

حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر قائم کردہ مذہب عیسائیت میں کئی دعویدار پیدا ہوئے۔ جو اپنے آپ کو رسول اور ایلیاہ قرار دیتے تھے اور بعض نے زائن شہر آباد کئے کہ جہاں حضرت مسیح کی آمد ثانی ہوگی۔ ان سب دعویداروں کو خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے تحت بہت مہلت ملی اور ایک مدت تک وہ اپنی افترا میں بڑھتے چلے گئے لیکن بالآخر وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے اور غیر طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے۔ اگرچہ انسان کے لئے اصل دارالجزاء یوم آخرت ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو اس دنیا میں بھی سزا دیتا ہے تا کہ چشم بصیرت ان کے انجام سے سبق حاصل کرے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ایسے جھوٹے دعویداروں کے متعلق خود بھی خبردار کیا تھا۔ متی میں لکھا ہے:

> ''خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کردے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔''

(متی باب ۲۴ آیت ۵)

پھر آپ نے آخری زمانہ کی نشانیاں بتاتے ہوئے یہ فرمایا:

> ''اس وقت! اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیں۔'' (متی باب ۲۴ آیت ۲۴،۲۳)

عیسائیت میں پیدا ہونے والے ان سب دعویداروں میں سے دو اہم اشخاص پولوس اور جوزف سمتھ ہیں۔ان میں سے پولوس حضرت مسیح علیہ السلام کے فلسطین چھوڑنے کے چند سال بعد اور دوسرا جوزف سمتھ گزشتہ صدی میں پیدا ہوئے۔ان دونوں کے دعویٰ اور مشن کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان میں متعدد امور میں باہمی مشابہت پائی جاتی ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جوزف سمتھ نے پولوس کی تاریخ کو پھر سے دہرانے کی کوشش کی ہے اور بزبان حال یہ کہا ہے ۔

آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

پولوس جو عیسائی دنیا میں سینٹ پال کے نام سے معروف ہے وہ غیر اقوام میں عیسائیت کا بانی ہے۔اس زمانہ میں فلسطین سے قریبی ممالک جو رومن ایمپائر کے تحت تھے اور جہاں یونانی اور رومی اقوام رہائش پذیر تھیں ان اقوام کے ساتھ اسرائیلی اقوام بھی مل جل کر رہتی تھیں مگر اسرائیلی ان یونانی اور رومی لوگوں کو غیر اقوام کے نام سے یاد کرتے تھے۔چنانچہ عہد نامہ جدید میں اس کا ذکر کئی جگہ پر کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر بار بار یہ بتا دیا تھا کہ ان کا مشن صرف اسرائیلی اقوام کے لئے ہے اس لئے انہوں نے اپنی زندگی میں کسی غیر اسرائیلی یونانی اور رومی کو مخاطب نہ کیا اور یہی ہدایت اپنے ماننے والوں اور تبلیغ کرنے والوں کو دی۔(ملاحظہ کریں: متی باب ۱۰ آیت ۵۶۔)

واقعہ صلیب کے بعد جب حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین سے ہجرت کر گئے تو چند سال بعد افق عیسائیت پر پولوس نمودار ہوا اور اس نے ایک ''مکاشفہ'' کی بناء پر یہ دعویٰ کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اسے ''غیر اقوام کا رسول'' مقرر کیا ہے۔اس وقت اس کی مراد صرف رومن ایمپائر میں رہائش پذیر اقوام تھیں لیکن بعد میں اسے تمام دنیا کی اقوام کے لئے ممتد کر دیا گیا۔

بعینہ اس زمانہ میں جوزف سمتھ نے امریکہ میں ایک مکاشفہ کی بناء پر مورمن تحریک کا آغاز کیا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ امریکہ کے بعض پرانے وقتوں کے رسولوں میں سے ایک رسول جس کا نام مورونی تھا اور اس نے اپنے وقت میں تمام مقدس ریکارڈ جو سونے کی پلیٹوں پر لکھا ہوا تھا اسے خاص جگہ پر

دفن کر دیا تھا۔اب وہ مورونی ۱۸۲۳ء میں ایک کشف میں جوزف سمتھ پر ظاہر ہوااوراس کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ اس دفن شدہ ریکارڈ کو نکال کر اس کا انگریزی میں ترجمہ کرے اور امریکہ میں پھیلائے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے سے قبل یہ کام ضروری تھا اس لحاظ سے اس تحریک کا نام: "The church of Jesus Christ of Latter days"

رکھا گیا اور جوزف سمتھ کو ''امریکن رسول'' قرار دیا گیا۔ابتدا میں اس کا یہ مشن صرف امریکی اقوام کے لئے تھا لیکن اب اسے دنیا کی دوسری اقوام کے لئے بھی ممتد کر دیا گیا ہے اور کئی دوسرے ممالک میں اس کی شاخیں قائم کی جارہی ہیں۔

اس لحاظ سے ان دونوں دعویداروں میں پہلی مماثلت تو یہی ہے کہ پولوس پہلے غیر اقوام یعنی یونانی اور رومی اقوام کا رسول تھا اور بعد میں سب دنیا کے لئے۔اسی طرح جوزف سمتھ پہلے صرف امریکی اقوام کا رسول تھا اور اب اسے تمام دنیا کا رسول کہا جاتا ہے۔صاف واضح ہے کہ یہ دونوں ہر گز الہامی تحریکات نہیں تھیں اور مکاشفہ کے نام سے از خود قائم کی گئی تھیں اس لئے ان کے موقف موقع محل کے مطابق بدلتے چلے گئے۔نیز سب سے اہم امر یہ ہے کہ یہ دونوں دعویدار اپنے آپ کو یسوع مسیح کا خادم گردانتے ہیں اور اس کے مشن کا عالمگیر غلبہ چاہتے ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنی زندگی میں کیا دعویٰ اور اسوہ تھا؟ انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ اپنے آپ کو اسرائیلی اقوام تک محدود رکھا اور کبھی بھی از خود کسی غیر اسرائیلی فرد کو مخاطب نہیں کیا وہ صرف یہودیوں کے ہیکل میں گئے اور دوسری اقوام کے معبدوں کا رخ نہ کیا۔اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے مشن نے بعد میں عالمگیر بننا تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی بھی اشارتاً یا کنایتاً اس کا ذکر نہیں کیا اور اس کے متعلق کوئی پیشگوئی نہ کی۔اس پس منظر میں ان دعویداروں کے مکاشفات اور دعاوی کا ہرگز کوئی جواز نہیں بنتا۔یہ تو وہی بات ہے کہ ؎

من چہ سرائم وطنبورۂ من چہ سرائد

کشفی نظارہ اور تیز روشنی

دوسری اہم مشابہت ان دونوں کی اپنے مشن کے آغاز کے متعلق ہے۔ دونوں اس امر کے دعویدار ہیں کہ نصف النہار سے زیادہ تیز روشنی میں ایک کشفی نظارہ میں مسیح یا خدائی فرستادہ ظاہر ہوئے جنہوں نے ان کے سپرد اپنے مشن کے پھیلاؤ کے متعلق اہم کام کیے۔ پہلے ہم پولوس کے کشف کے متعلق اس کا ایک بیان نقل کرتے ہیں۔ اس نے یہ کہا:

''میں نے دوپہر کے وقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہمسفروں کے گرداگرد آ چمکا۔ جب ہم سب زمین پر گر پڑے تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی کہ اے ساول! اے ساول! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ میں نے کہا اے خداوند تو کون ہے۔ خداوند نے فرمایا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ لیکن اٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کیونکہ میں اس لئے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا بھی خادم اور گواہ مقرر کروں جن کی گواہی کے لئے تو نے مجھے دیکھا ہے اور ان کا بھی جن کی گواہی کے لئے میں تجھ پر ظاہر ہوا کروں گا اور میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا جن کے پاس تجھے اسی لئے بھیجتا ہوں کہ تو ان کی آنکھیں کھول دے۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۶)

دوسری جگہ اس نور کے متعلق پولوس یہ بیان کرتا ہے کہ:

''جب میں سفر کرتا کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب یکا یک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرداگرد آ چمکا اور میں زمین پر گر پڑا۔''

(اعمال باب ۲۲ آیت ۶)

پولوس نے اپنے مزعومہ کشف میں چار امور کا خاص طور پر ذکر کیا ہے:

ا۔ سورج سے زیادہ تیز روشنی یا بڑا نور یکا یک ظاہر ہوا۔

۲۔اس روشنی میں سے یسوع نے اس کا اصلی نام ساؤل کہہ کر پکارا۔
۳۔اس روشنی سے خوفزدہ ہوکر وہ زمین پر گر پڑا۔
۴۔یسوع نے اس کے سپرد ایک اہم کام کیا۔یعنی وہ غیر اقوام میں اس کا پیغام پھیلائے اس طرح اسے ''غیر اقوام کا رسول'' کا اعلیٰ منصب عطا کیا گیا۔

پولوس کے مکاشفہ اور اس میں بیان کردہ اہم نکات کی نشان دہی کے بعد اب ہم دوسرے دعویدار جوزف سمتھ کے مکاشفہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔جو اس نے اپنی کتاب بک آف مورمن کے شروع میں درج کی ہے۔وہ لکھتا ہے:

''یہ واقعہ ۱۲ ستمبر ۱۸۲۳ کی شام کا ہے۔میں خدائے مطلق کے حضور نماز اور دعا میں مصروف تھا۔جب میں خدا کو پکار رہا تھا میں نے دیکھا کہ کمرہ میں ایک روشنی ظاہر ہونا شروع ہوئی۔یہ روشنی بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ کمرہ دوپہر سے زیادہ روشن ہو گیا اور فوراً ایک شخصیت میرے بستر کی طرف ظاہر ہوئی جو ہوا میں معلق تھی کیونکہ اس کے پاؤں زمین کو چھو نہیں رہے تھے۔اس نے ایک کھلا انتہائی سفید چوغہ پہنا ہوا تھا۔ایسی سفیدی میں نے کسی زمینی چیز میں نہیں دیکھی۔مجھے یقین ہے کہ کوئی زمینی چیز اس قدر سفید اور چمک دار نہیں ہو سکتی۔نہ صرف اس کا چوغہ انتہائی سفید تھا بلکہ وہ تمام شخصیت نا قابل بیان حد تک روشن تھی۔لیکن اس شخصیت کے ارد گرد کا ماحول زیادہ سفید نہ تھا۔جب میں نے پہلی دفعہ دیکھا تو میں خوفزدہ ہو گیا۔لیکن جلد ہی یہ خوف دور ہو گیا۔اس نے مجھے میرے نام سے پکارا اور مجھ سے کہا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغامبر ہے اور اس کا نام مورونی ہے۔اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے ایک کام لینا چاہتا ہے اور یہ کہ میرا نام اچھے اور برے طور پر تمام قوموں،رشتہ داروں اور لوگوں کی زبانوں پر ہوگا۔یا لوگ اس کا اچھے اور برے طور پر ایک دوسرے سے تذکرہ کریں گے۔
اس نے کہا کہ سونے کی پلیٹوں پر لکھی ہوئی ایک کتاب فلاں جگہ پر دبی پڑی

ہے۔جس پر اس براعظم کے پرانے باسیوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ کہاں سے آئے تھے۔اس نے یہ بھی کہا کہ اس میں دائمی انجیل میں بیان کردہ امور کے پورا ہونے کا بھی ذکر ہے جو دنیا کے نجات دہندہ نے ان پرانے لوگوں کو دی تھی۔خدا تعالیٰ نے اس کو ایک کتاب کے ترجمہ کے لئے تیار کیا ہے۔‘‘

اس کے بعد جوزف سمتھ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس طرح اس نے سونے کی پلیٹیں چٹان کے پہلو سے نکال کر اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور اصلی پلیٹیں حسب وعدہ مورونی کو واپس کردیں۔ یہ ترجمہ اب بک آف مورمن کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔لوگوں کی تسلی کے لئے جوزف سمتھ نے بعض لوگوں کی شہادتیں بھی درج کی ہیں کہ واقعی انہوں نے سونے کی پلیٹیں دیکھی تھیں۔

اگر ان دونوں مکاشفات کا یکجائی طور پر مطالعہ کیا جائے تو ان میں کئی امور باہمی مشابہت رکھتے ہیں:

۱۔اوّل دونوں نے بیان کیا ہے کہ دن کے وقت سورج سے زیادہ روشن نور انہوں نے دیکھا۔

۲۔دوسری بات جو دونوں نے بیان کی ہے کہ وہ اس نور سے خوفزدہ ہوگئے۔

۳۔دونوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ان کو یسوع یا مورونی نے ان کا نام لے کر پکارا۔

۴۔پولوس نے اس شخصیت کا نام یسوع بیان کیا ہے اور جوزف سمتھ نے اس کا نام مورونی بیان کیا ہے۔گویا صرف شخصیت کے نام میں فرق ہے لیکن وہ دونوں خدا کے رسول تھے۔

۵۔دونوں رسولوں نے ان کے سپرد اہم کام کئے۔یسوع نے پولوس کے سپرد غیر اقوام کو تبلیغ کرنے کا فریضہ سپرد کیا اور مورونی نے جوزف سمتھ کو بک آف مورمن کا

انگریزی ترجمہ کرنے کا کام سپرد کیا تا کہ پرانے امریکی لوگوں کا ریکارڈ موجودہ تمام امریکی اقوام کے لئے دستیاب ہو سکے۔

مندرجہ بالا پانچ امور میں پولوس اور جوزف سمتھ کے بیان کردہ مکاشفات میں بڑی گہری مطابقت ہے۔ حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ جوزف سمتھ نے تھوڑے فرق کے ساتھ تقریباً وہی پولوس والی کہانی دہرائی ہے۔

پولوس کے خطوط اور بک آف مورمن

دونوں میں ایک اور مشابہت اس لحاظ سے بھی ہے کہ پولوس نے اپنے پروگرام کی تکمیل کے لئے خطوط لکھنے کا راستہ اپنایا۔ چنانچہ عہد نامہ جدید میں اس کے ۱۴ خطوط شامل ہیں جن کو عیسائی الہامی مانتے ہیں۔ اس کے مقابل جوزف سمتھ نے اپنی کتاب بک آف مورمن میں ۱۵ ابواب لکھے ہیں جو درحقیقت مورمن اور اس کے بیٹے مورونی کی طرف سے خطوط ہی ہیں۔

اگر غور کیا جائے کہ پولوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل جس کا کچھ حصہ اناجیل اربعہ میں محفوظ تھا اسے اپنے خطوط میں بیان کردہ عجیب و غریب تاویلات اور نئے احکام کے ذریعے منسوخ کر دیا۔ اسی طرح جوزف سمتھ نے بھی اپنی کتاب کے ذریعے اناجیل کو منسوخ کر دیا۔ اگرچہ عیسائی اور مورمن اس کا کھل کر اقرار نہیں کرتے لیکن جو کچھ ان دو دعویداروں نے عملی طور پر کیا ہے اسکا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ آج کی عیسائیت پولوس کے خطوط میں بیان کردہ تصریحات کے عین مطابق ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بنیادی تعلیمات کو قطعاً فراموش کر چکی ہے۔ اسی طرح اب مورمن کے ہاتھ میں بجائے بائبل کے ''بک آف مورمن'' ہے۔ دونوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے عجیب و غریب محبت کی ہے۔ ایک نے ان کو ماورائی مخلوق بنا کر رکھ دیا اور دوسرے نے مسیح کو طاق نسیان میں رکھ دیا۔

دعویداروں کے شادی کے متعلق احکام

رسالت کے ان دعویداروں نے بعض شرعی احکام بھی دیے ہیں۔ ان میں عجیب رنگ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔اس بارہ میں ان دونوں کے احکام مختلف ہیں اور اس میں انہوں نے افراط و تفریط کا طریق اختیار کیا ہے۔

پولوس جب یونانی اور رومی اقوام کی طرف گیا تو ان قوموں میں کثرت ازدواج کا طریق تھا چنانچہ پولوس کا خط بنام ططس باب ۱ آیت ۵ تا ۸ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ پولوس چونکہ خود غیر شادی شدہ تھا اس لئے اس نے اپنے خطوط میں لوگوں کو رہبانیت کی تعلیم دی۔ چنانچہ اس نے کرنتھیوں کے نام خط میں لکھا:

''مرد کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے لیکن حرام کاریوں کے اندیشہ سے ہر مرد اپنی بیوی اور ہر عورت اپنا شوہر رکھے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی سب آدمی ہوں۔'' (کرنتھیوں ۱ باب ۵ آیت ۱ تا ۶)

اسی طرح اس نے لکھا:

''میری رائے میں آدمی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسا ہے ویسا ہی رہے۔ اگر تیری بیوی ہے تو اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کر اور اگر تیری بیوی نہیں تو بیوی کی تلاش نہ کر۔'' (کرنتھیوں ۱ باب ۵ آیت ۱ تا ۶)

گویا پولوس نے ان اقوام کو جن میں کثرت ازدواج کا رواج تھا ان کو اپنے طریق کے مطابق رہبانیت یا ایک شادی کے متعلق مشورہ دیا لیکن اس کے برعکس جوزف سمتھ نے امریکہ میں جہاں ایک شادی کی پابندی تھی اس نے اس کے خلاف کثرت ازدواج کو رائج کرنے کی کوشش کی اور عملی رنگ میں اس نے کئی شادیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے پچاس سے زیادہ شادیاں کی تھیں۔ اس بناء پر مقامی لوگوں کی طرف سے اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مورمن کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہی کثرت ازدواج کا مسئلہ تھا اور اس وجہ سے کئی افراد اس کی جماعت سے الگ ہو گئے اور

جوزف سمتھ کی وفات کے بعد جو جون ۱۸۴۴ء میں ہوئی۔اس تحریک کے کئی حصے بخرے ہو گئے۔ لیکن بالآخر ۱۸۹۰ء میں مورمن تعداد ازدواج کے متعلق اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے اور ملکی قانون کے مطابق صرف ایک بیوی رکھنے کا فیصلہ کیا۔غرض اس بارہ میں پولوس اور جوزف سمتھ کے احکام آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور اس کی وجہ ان دونوں کا الگ الگ نقطۂ نظر تھا۔

دعویداروں کا انجام

سب سے بڑی اور آخری مماثلت ان دونوں دعویداروں کے انجام کے متعلق ہے۔دونوں کا عبرت ناک انجام حکومت کے خلاف بغاوت کے الزام میں یا باہمی تفرقہ بازی کے نتیجہ میں ہوا۔ پولوس کے متعلق کولمبیا یونیورسٹی کی طرف سے شائع کردہ وائی کنگ ڈسک انسائیکلو پیڈیا میں پال کے متعلق لکھا ہے:

" He was arrested for provoking treason and imprisoned two years before being sent to Rome,where he was again imprisoned (at 60.62) before being cleared of all charges. He was apparently martyred in the persecution under Nero, traditionally by beheading and traditionally on the same day that Peter was killed "

ترجمہ: پولوس کو حکومت کے خلاف بغاوت کو ہوا دینے کے الزام میں قید کر لیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔دوسال بعد روم بھیج دیا گیا جہاں اسے دوبارہ قید کر لیا گیا۔ نیرو بادشاہ روم کے زمانہ میں جب عیسائیوں کے خلاف ظلم وستم جاری تھا اس وقت پولوس قتل کر دیا گیا جو عام طور پر سر قلم کرنے کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔کہا جاتا ہے اسی دن پطرس بھی مارا گیا۔

اب جوزف سمتھ کا کیا انجام ہوا۔اس کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے لکھا ہے:

"He was charged with treason and imprisoned, along with his brother Hyrum, in the Carthege City Jail. Despite promises of protection from the governor, Thomas Ford, a mob of armed

men with blackened fa[illegible] the jail on June 27 and martyred the broth[illegible]

ترجمہ: جوزف سمتھ کو بغا[illegible] کیا گیا۔ قید میں اس کا بھائی ہاروم بھی تھا۔ وہ کارتھیج جیل میں بند تھے۔ گورنر تھامس فورڈ کی طرف سے اس کی حفاظت کے وعدہ کے باوجود ایک مسلح جلوس جنہوں نے اپنے چہروں پر سیاہ نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ انہوں نے جیل پر دھاوا بول دیا اور اس طرح ان دونوں بھائیوں کو ۲۸ جون کو قتل کر دیا گیا۔

جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ پولوس اور جوزف سمتھ دونوں دعویداروں نے خدا تعالیٰ کی طرف مکاشفات منسوب کئے اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی اور رسول بنا کر لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ ایسے دعویداروں کے متعلق قرآن مجید اور بائیبل دونوں میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو لوگوں کے ہاتھوں ہی سے قتل کروا دیتا ہے اور وہ طبعی موت نہیں مرتے۔ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے:

"But a prophet who presumes to speak in my name anything I have not commanded him to say, or a prophet who speaks in the name of other Gods, must be put to death."

(Deul 18, 20)

ترجمہ: ''لیکن جو نبی کوئی ایسی بات کہتا ہو جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا کوئی نبی دوسرے معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ جان سے مارا جائے گا۔''

(استثناء باب ۱۸ آیت ۲۰)

مذکورہ حوالہ کے مطابق ان دونوں دعویداروں کا یہی انجام ہوا۔

مصنف/مطبع	نام کتاب	نمبر شمار
	قرآن مجید-تفسیر صغیر	1
بائبل سوسائٹی آف انڈیا-بنگلور	نیا عہد نامہ اردو	2
طبع میگزین قادیان (9مارچ1906ء)	چشمۂ مسیحی	3
حضرت الحاج مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	فصل الخطاب	4
The Viking Press - New York	The Columbia Viking Desk Encyclopedia - 3rd Edition	5
Reader's Digest Publications	Who is Who in The Bible	6
The University of Chicago	Encyclopedia Britannica 1987	7
Moody Press Chicago - 1963	Wycliffe Bible Commentry	8
Willston Walker Charles ... S	A History of The Christian	9

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

پرائیویٹ سیکرٹری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن

8-2-14

مکرم محمد اجمل شاہد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی کتاب "ملاحظات علامہ نیاز فتح پوری" کا ایک نسخہ حضور انور کی خدمت میں موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ایک نسخہ آپ نے بھجوا دیا لیکن اگر اس کتاب کے مزید نسخے حاصل کرنے ہوں تو بتادیں کہ وہ کہاں سے مل سکتے ہیں؟

والسلام

خاکسار

پرائیویٹ سیکرٹری

علامہ نیاز فتحپوری اور جماعت احمدیہ

ملاحظات نیاز فتحپوری

مرتبہ: محمد اجمل شاہد

''ملاحظات نیاز فتحپوری'' برصغیر کے مشہور نقّاد اور ماہنامہ ''نگار'' لکھنؤ کے ایڈیٹر علامہ نیاز فتحپوری کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل جماعت احمدیہ کے متعلق تحریر فرمائے تھے۔ ان مضامین میں انہوں نے جماعت احمدیہ اور اس کے عقائد کا علمی اور واقعاتی تجزیہ فرمایا ہے اور لوگوں کے غلط الزامات کی دلائل کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت پر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کی افادیت اور ضرورت کے پیش نظر ارشاد فرمایا:

St. Paul - The Real Architect of Christianity

Paul is considered the most important figure of the Apostolic Age. All Christians and particularly Roman Catholics believe him to be the first Saint and Pope.

He was born in 5 AD and died in 67 AD, in Rome. Thus he was contemporary of Jesus Christ but he did not accept him nor did he ever meet him. He wanted to bring back those Christians who fled to Damascus. So according to him, on his way to Damascus, Jesus Christ appeared to him in a vision in the form of Light and commanded him to desist from his foul mission and assigned him a new mission as an Apostle for Gentiles, a mission which he strictly forbade his followers and never preached any gentile himself in his lifetime.

After this so called assignment Paul disappeared from the scene for more than 3 years and later on engaged himself to preach among Roman Gentiles by changing the original mission of Jesus according to their requirements. If we study the four Gospels with the letters of Paul we come to know that Christianity preached by Paul is diametrically opposed to the one preached by Jesus himself.

The book also discusses about Mormonism and its founder Joseph Smith, who in a way copied the role of Paul in this age in a similar manner. Both the claimants met their end as mentioned in The Holy Quran and The Holy Bible.

St. Paul - The Real Architect of Christianity

M.A Shahid - U.S.A